بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

جلد ۱۸ | شمارہ ۲۰

The Weekly Badr Qadian

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر: خورشید احمد انور

Regd. No. P. 67

بحکم وقت توڑ کر رسیہ
و پشتہ بنیاں بنا کر بنائیں

شرح چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
ممالک غیر ۱۵ روپے
فی پرچہ ۲۰ نئے پیسے

۲۷ صفر ۱۳۸۹ھ | ۱۵ ہجرت ۱۳۴۸ ہش | ۱۵ مئی ۱۹۶۹ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۱۳ ہجرت (مئی) اخبار الفضل یہاں پر موصول نہ ہونے کے سبب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں کوئی تازہ اطلاع نہیں مل سکی۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور انور اور اہل ربوہ و دیگر احباب جماعت کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور سب کو خیریت سے رکھے آمین۔

● محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال قادیان میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب اڑیسہ کی بعض جماعتوں کے تبلیغی و تربیتی دورہ سے فارغ ہونے کے بعد کالیکٹ میں ۱۱/۱۰ ہجرت کو منعقد ہونے والی احمدیہ کیرالہ کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ خیریت سے رکھے۔ سفر و حضر میں ہر طرح آپ کا حافظ و ناصر ہو اور بخیریت (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی طرف سے

اڑیسہ کی احمدیہ جماعتوں کا کامیاب تبلیغی و تربیتی دورہ

بھدرک میں

گو اس مرتبہ حضرت میاں صاحب کا دورہ اڑیسہ میں قلتِ وقت کے باعث بھدرک و سورو کا پروگرام نہ تھا۔ تاہم احباب جماعت بھدرک و سورو کی درخواست پر ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب، مولانا شریف احمد صاحب امینی مبلغ انچارج بنگال و اڑیسہ کی معیت میں مورخہ ۲۸ر اپریل بروز دوشنبہ بذریعہ ایکسپریس صبح چار بجے بھدرک تشریف لے آئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

احباب جماعت بھدرک سٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی احباب نے گرم جوشی سے استقبال کیا گلپوشی ہوئی۔ احباب جماعت سورو بھی موٹر کے ذریعہ بائیس ۲۲ میل کی مسافت طے کر کے پہنچ گئے تھے۔

اس پرخلوص استقبال اور اظہار عقیدت و محبت کے بعد حضرت میاں صاحب اور مولانا امینی صاحب احباب جماعت سورو و بھدرک کی معیت میں مجوزہ قیام گاہ "دار الحشمت" بھدرک تشریف لے گئے جہاں حضرت میاں صاحب کی اقتدا میں صبح کی نماز ادا کی گئی۔

نو بجے صبح کے قریب ایک محفل منعقد ہوئی جس میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں جماعت ہائے احمدیہ سورو و بھدرک کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ جس میں حضرت میاں صاحب کی تشریف آوری پر مسرت، جماعت کی مختصر تاریخ اور جامع مسجد بھدرک کی ضرورت اور اہمیت کا اظہار کیا گیا۔ مسجد کی اہمیت کے پیش نظر دو احمدی بھائی مکرم عبد العزیز و مکرم عبد الصمد صاحبان نے شارع عام پر اپنی ایک باموقعہ قیمتی زمین وقف کی ہوئی ہے۔ مگر افسوس کہ بباعث نہ فراہم ہونے اخراجات کے مسجد کی تعمیر کا کام معرض التواء میں پڑا ہوا ہے۔

الحمد للہ کہ مولانا شریف احمد صاحب امینی مبلغ انچارج بنگال و اڑیسہ کی تحریک پر مکرم غلام مسیح، مکرم غلام مہدی، مکرم غلام ہادی و میاں عبد القادر فرزندان شیخ کفایت اللہ صاحب مرحوم بھدرکی نے ایک قطعہ زمین عطا کیا ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ تقریباً بیس ۲۰ ہزار روپے ہے۔ مکرم شیخ نصیر محمد صاحب نے قبل ازیں ایک ہزار روپے کی زمین بطور عطیہ دی ہوئی ہے۔ اسی طرح مولانا شریف احمد صاحب کی تحریک پر مکرم سید بشیر احمد صاحب کٹکی حال کلکتہ نے مبلغ ڈیڑھ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام معطیوں کے مال میں بے اندازہ برکت دے اور انہیں سلسلہ کی خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت میاں صاحب نے سپاسنامہ کے جواب میں منجملہ اور باتوں کے بیش قیمت نصائح سے بھی مستفیض فرمایا۔ آپ نے بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تعلیم القرآن کی سکیم کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا۔ فرمایا کہ حسب الحکم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی قرآن شریف ناظرہ پڑھے۔ ناظرہ پڑھنے والے ترجمہ کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ ترجمہ جاننے والے تفسیر سیکھنے کی کوشش کریں۔ ورنہ موجودہ مادیت کے زمانہ میں قرآن کریم کے نور سے بے بہرہ رہنے والے دہریت کے سیلاب میں بہہ جائیں گے۔

بعدہٗ حضرت میاں صاحب نے بعض نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضرت میاں صاحب کی تشریف آوری کے موقعہ پر بھدرک میں دو کس نے بیعت کی اللّٰھم زد فزد۔

شام چار بجے دعا کرنے کے بعد حضرت میاں صاحب مولانا امینی صاحب بھدرک کے چند احباب کی معیت میں بذریعہ کار سونگھڑہ تشریف لے گئے۔

خاکسار:
سید محمد زکریا احمدی عفی عنہٗ
صدر جماعت احمدیہ بھدرک (اڑیسہ)

سونگھڑہ میں

جماعت احمدیہ سونگھڑہ کے احباب کو اچانک یہ پرمسرت خبر ملی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سونگھڑہ تشریف لا رہے ہیں۔ اس خبر سے جماعت احمدیہ سونگھڑہ کے مرد و زن میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ ۲۸ ہجرت کو شام چھ بجے بذریعہ موٹر کار جماعت احمدیہ بھدرک کے صدر صاحب اور دیگر دوستوں کی معیت میں آپ تشریف لائے۔ جماعت نے فلک شگاف نعروں کے ساتھ پرتپاک استقبال کیا۔ اور سب احباب سیدھے جلسہ گاہ پہنچے۔ باہمی مشورہ سے محلہ دھواں ساہی میں جلسے کا انتظام کیا گیا تھا۔

۴/۶۹-۸ پہلے دن کی کارروائی

سب سے پہلے محترم حضرت صاحبزادہ صاحب کی اقتدا میں نماز مغرب و عشاء ادا کی گئی۔ اور دیگر مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد شام آٹھ بجے جلسہ کی کارروائی زیر صدارت حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ شروع ہوئی۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم مولوی سید مبشر الدین صاحب نے جماعت احمدیہ سونگھڑہ کی طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ (ADDRESS) پیش کیا۔

سپاسنامہ کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ایک درد انگیز اور روحانیت سے پر تقریر کی۔ جسے غیر احمدیوں نے بہت پسند کیا۔ آپ نے آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے چیدہ چیدہ واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے سامعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی یہ تقریر تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد عزیزم مولوی عبد الحنیم صاحب فاضل نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر ایک مختصر تقریر کی۔ بعد ازاں محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر سے چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۵ ہجرت ۱۳۴۸ ہش

کام کی باتیں

اسی پرچہ میں دوسری جگہ اخبار صدقِ جدید کے تین شذرات نقل کئے گئے ہیں۔ یہ تینوں شذرات تین مختلف قسم کے واقعات پر حقیقت افروز تبصروں پر مشتمل ہیں۔ مولانا دریابادی صاحب نے ان میں سے ایک شذرہ کا تو عنوان ہی "کام کی بات" دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے شذرات میں بھی غور و فکر کرنے والوں کے لئے اِسی طرح کی بہت سی کام کی باتیں موجود ہیں۔

جماعتِ احمدیہ مامور من اللہ کی قائم کردہ جماعت ہے۔ روحانی جماعتوں کی طرح خدا کے فضل و کرم سے اسے بھی زندہ اور فعّال جماعت ہونے کا امتیاز حاصل ہے اور یہ ایسا بیّن امتیاز ہے جس میں کوئی دوسری اسلامی جمعیۃ یا کوئی دوسرا اسلامی فرقہ مقابلہ پر نہیں آسکتا۔ منقولہ شذرات میں سے پہلے نمبر کا شذرہ ایک بار پھر پڑھئے۔ مسٹر ٹائن بی کے مضمون پر مدیر الفرقان لکھنؤ نے سوالات کے رنگ میں مسلمانوں کی غلط روش کا گویا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ اور پھر اس پر مدیر "صدق" کا تبصرہ ملت کے بارے میں کوئی کم حسرت ناک نہیں ہے۔

اِس شذرہ میں "الفرقان" کے سوالات میں سے آخری سوال اور "صدق" کے تبصرہ میں آخری الفاظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ مدیر "الفرقان" ملت کے افراد کی دینِ اسلام کے بارے میں سرد مہری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کیا ہم نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا کہ جن لوگوں تک مسٹر ٹائن بی کی تحریر پہنچی ہے ان تک نہایت مؤثر اور مدلّل انداز میں ہماری یہ بات بھی پہنچ جائے کہ مسٹر ٹائن بی نے اپنے علم و فضل کی شہرت کے باوجود علم و فضل کے چہرے پر محض خاک اڑائی ہے؟"

دوسری طرف اس کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے مدیر صدق حسرت بھرے الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کتنا قیمتی اور نادر موقع اسٹیٹسمین کی وسیع و اعلا تعلیم یافتہ پبلک کے سامنے سیرتِ نبویؐ کی صحیح و مثبت تبلیغ کا ہاتھ آیا تھا وہ محض اپنی غفلت اور غلط جذباتی رُخ کے ہاتھوں ضائع ہو کر رہا ——!!"

چوٹی کے اِن دونوں علماء کی قلم سے آپ نے مسلمانوں کے "کردار" کا حال سُنا۔ اور ملت کے بگڑے مزاج اور غلط روی پر دونوں بزرگوں کی بے بسی اور حسرت کا مطالعہ بھی کیا۔ اِسی مسئلہ پر اب ذرا جماعتِ احمدیہ کی فعالیت اور ٹھوس بنیادوں پر خدمتِ دین کا موازنہ فرمائیں۔ مسٹر ٹائن بی کا مضمون جب اخبار سٹیٹسمین میں شائع ہوا تو کلکتہ کے مسلمانوں نے جس طور پر اپنے جذبات کا اظہار کیا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اُسی وقت کلکتہ کی احمدیہ جماعت نے خاموشی اور پورے وقار کے ساتھ وہی کارنامہ پیش کر دیا جس کے لئے دونوں بزرگ بس حسرت ہی کرتے رہ گئے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسٹر ٹائن بی کا مضمون اخبار سٹیٹسمین مجریہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ کلکتہ کی احمدیہ جماعت اپنے مبلّغ کی سرکردگی میں اس صحیح اقدام کی طرف فوری متوجہ ہوئی اور چند ہی روز میں مورخہ ۷ فروری ۱۹۶۹ء کو سیرتِ نبویؐ کا صحیح اور مثبت مرقع انگریزی زبان میں ۳۲ صفحہ کے کتابچہ کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں طبع کر کے پھیلا دیا —— یہ کتابچہ ایسا مقبول ہوا کہ اب تک اس کے دو ایڈیشن شائع ہو کر پبلک کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں۔ ایسا کہ تبلیغی میدان میں ایک بار پھر جماعتِ احمدیہ گوئے سبقت لے گئی۔ جبکہ یہ میدان تمام دیگر اسلامی فرقوں کے لئے یکساں طور پر کھلا تھا، مگر ان میں سے کوئی بھی مردِ میدان بن نہ سکا ——!!

ایسے منتشر افرادِ ملت نے بارہا اپنے جذبات کا غلط رنگ میں اظہار کر کے کچھ حاصل نہ کیا۔ مگر جماعتِ احمدیہ جو ایک ہاتھ پر جمع اور مامور من اللہ کی تربیت یافتہ ہے اس نے ہمیشہ ہی جوش کے وقت ہوش سے کام لیا۔ اور ایسا اقدام کیا، کہ بالآخر سبھی کو اس کا قائل ہونا پڑا۔

دوسری بات شادی بیاہ پر بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے اور ملّی ضروریات کو نظر انداز کر کے محض نام و نمود کو ترجیح دینے کی ہے۔ اس بارہ میں بھی جماعتِ احمدیہ کو خدا کے فضل سے ایک بیّن امتیاز حاصل ہے۔ تمام ایسے رسم و رواج اور اسراف کے کاموں سے مجتنب رہنا جماعتِ احمدیہ کا اصول ہے اور مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی خاص تعلیمات میں سے ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ایسی فضول خرچی اور اسراف کی طرف ایک عام مسلمان اسی وقت مائل ہوتا ہے جب اس کے دل و دماغ پر اسلامی تعلیمات کا نقش اس قدر گہرا نہیں ہوتا جو وقت پر اُسے باز رکھے۔ علاوہ ازیں اس کے سامنے کوئی دوسرا اہم اور ضروری مصرف اپنی دولت کو خرچ کرنے کا نہیں ہوتا اس لئے ایسے مواقع پر دنیا کی داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے دیگر دنیاداروں کے رنگ میں وہ بھی رنگین ہو جاتا ہے۔ اگر دل میں زندہ ایمان کی شمع روشن ہو اور اسلام کی موجودہ حالتِ زار کا احساس ہو تو بیسیوں مواقع خود بخود ایسے سامنے آجاتے ہیں جہاں ایک مومن اپنے مال کو خرچ کر کے روح کی تسکین اور آخرت کی پونجی بنا سکتا ہے۔ زیادہ قابلِ افسوس تو اس زمانہ کے علماء کی حالت ہے جو اس حقیقت سے صرفِ نظر کر رہے ہیں کہ اس وقت یہ طبقہ تمام تر علمی فضیلتوں کے باوجود افرادِ ملت پر اپنا اثر کھو چکا ہے جبکہ تو ہر طرف سے اسی طرح کی آوازیں برابر بلند ہوتی رہتی ہیں کہ اب علماء ہی امت کے لئے کافی ہیں۔ اور کسی دوسرے آسمانی مصلح کی ضرورت نہیں۔ مگر ایسے ہی مواقع پر علماء کی بے اثر حیثیت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اس کے برعکس احمدی

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

سچّی معرفت

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"انسانی فطرت میں جبکہ یہ خاصہ موجود ہے کہ سچی معرفت نقصان سے بچا لیتی ہے ...... پھر یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی دُور نہ ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ فریمیسنوں میں محض ایک رعب کا سلسلہ ان کے اسرار کے اظہار سے روکتا ہے اور کچھ نہیں۔ پھر خدا کی عظمت و جبروت پر ایمان گناہ سے نہیں بچا سکتا؟ بچا سکتا ہے اور ضرور بچا سکتا ہے۔

پس گناہ سے بچنے کے لئے حقیقی راہ خدا تعالیٰ کی تجلیات ہیں۔ اور اس آنکھ کو پیدا کرنا شرط ہے جو خدا کی عظمت کو دیکھ لے۔ اور اس یقین کی ضرورت ہے جو گناہ کے زہر پر پیدا ہو۔ زمین سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آسمان اس تاریکی کو دُور کرتا ہے اور ایک روشنی عطا کرتا ہے۔ زمینی آنکھ بے نُور ہوتی ہے۔ جب تک آسمانی روشنی کا طلوع اور ظہور نہ ہو۔ اس لئے جب تک آسمانی نور جو نشانات کے رنگ میں ملتا ہے کسی دل کو تاریکی سے نجات نہ دے، انسان اُس پاکیزگی کو کب پا سکتا ہے جو گناہ سے بچنے میں ملتی ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کیلئے اس نُور کی تلاش کرنی چاہیئے جو یقین کی روشنی کے ساتھ آسمان سے اُترتا ہے۔ اور ایک ہمت، قوت عطا کرتا ہے اور تمام قسم کے گرد و غبار سے دِل کو پاک کرتا ہے۔ اس وقت انسان گناہ کے زہرناک اثر کو شناخت کر لیتا اور اُس سے دُور بھاگتا ہے۔ جب تک یہ حاصل نہیں گناہوں سے بچنا محال ہے۔ یہ طریق ہے جو ہم پیش کرتے ہیں ——!"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵)

معارف القرآن

اللہ تعالیٰ ہمیشہ نظامِ عالم کو اپنی ہستی کے ثبوت میں پیش فرماتا ہے

انسانی طبعی ورثا کے سامان اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ اس کارخانۂ عالم کے پیچھے کوئی اور ہستی کام کر رہی ہے

رقم فرمودہ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النّٰزعات کی آیات اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا ۝ کی پُراز معارف تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

عبرت سے مراد یہ ہے کہ اس سے آخروی زندگی کی دلیل لی جا سکتی ہے۔ ایک نہیں متعدد مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ آخروی زندگی کو دنیوی روحانی احیاء سے ملا کر خدا تعالیٰ کے انبیاء نے پیش کیا ہے۔ اور ناممکن حالات میں احیاء کر کے آخروی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص

خدا تعالیٰ کا خوف

اپنے دل میں رکھتا ہو اور ضد اور تعصب کا مادہ اس میں نہ ہو تو وہ اس سے آخروی زندگی پر یقین اور ایمان اپنے دل میں پیدا کر سکتا ہے۔ عِبْرَۃً عُبُوْر سے نکلا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ پس

عِبْرَۃً کے معنے

ہوتے ہیں ایک بات سے دوسری کا نتیجہ نکالنا گویا وہ پُل کی طرح ایک طرف سے دوسری طرف عبور کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دلیل بھی ایسی ہے جو انسانی دماغ کو ضرور اس طرف لے جاتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی ایک قیامت ہونے والی ہے

فرماتا ہے کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل اور سخت ہے اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا یا آسمان وزمین کی پیدائش زیادہ مشکل ہے۔

یہاں اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا سے مراد صرف آسمان ہی نہیں جیسا کہ اگلی آیات سے ظاہر ہے کہ ایک طرف تو اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ کہا اور دوسری طرف تشریح کرتے ہوئے اس زمین کو بھی شامل کر لیا۔ پس درحقیقت یہاں

سماء سے مراد

نظامِ سماوی ہے اور اس کی پیدائش کی اہمیت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ رَفَعَ سَمْکَھَا فَسَوّٰھَا وَاَغْطَشَ لَیْلَھَا وَاَخْرَجَ ضُحٰھَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا اَخْرَجَ مِنْھَا مَآءَھَا وَمَرْعٰھَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰھَا مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ گویا جو تشریح کی گئی ہے اُس میں اجرامِ فلکی - بلندی - جو اور زمین وغیرہ سب شامل ہیں۔ پس یہاں سماء سے مراد نظامِ سماوی ہے۔ خالی وہ سماء مراد نہیں جو زمین کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سماء مراد ہے جس میں زمین بھی شامل ہے۔

فرماتا ہے

کارخانۂ عالم

جس کا ہم اب ذکر کرنے والے ہیں تم سے بہت زیادہ اہم اور پیچیدہ ہے۔ انسان درحقیقت اپنے متعلق ایک دھوکا کھا جاتا ہے اور وہ یہ کہ بظاہر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ نظامِ عالم اور انسان کو آپس میں مشابہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے اور ان میں ایک دوسرے کی دلیل کس طرح بن سکتا ہے۔ انسان تو بڑا عقلمند، سمجھدار اور غور و فکر کا ملکہ اپنے اندر رکھنے والا ہے۔ اور سورج چاند وغیرہ میں کوئی سوچ سمجھ نہیں اس طرح وہ خیال کرتا ہے کہ یہ دلیل ایسی ہے کہ جس میں ایک ادنےٰ چیز کو اعلیٰ چیز سے مشابہت دی جاتی ہے۔ اور ادنےٰ چیز کو ثابت کر کے اعلیٰ چیز کے وجود کا استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔

درحقیقت

پیدائشِ عالم کے سلسلہ سے استدلال اعلیٰ سے ادنیٰ کا استدلال ہے۔ نہ کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کا استدلال۔ اس میں استدلال بالاَولیٰ ہے بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات کے متعلق یہ دھوکا لگ جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میں بڑا سوچنے والا اور سمجھنے والا اور تدبر کرنے والا انسان ہوں۔ اس لئے اپنی ذات کی ابتداء کی طرف اس کا ذہن نہیں جاتا۔ انسان اپنے آپ کو مکمل سمجھتا اور دنیا میں خدا تعالیٰ کا قائم مقام سمجھتا ہے اس لئے سبب اور مسبّب کی جو دلیل ہے اس کی طرف اپنی پیدائش کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کا ذہن نہیں جاتا۔

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ نظامِ عالم کو اپنی ہستی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ دیکھو کیا تمہیں اس عظیم الشان نظام سے یہ نظر نہیں آتا کہ اس میں ایک خالق کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور ہر ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کا محتاج ہے کوئی چیز اپنی ذات میں منفرد نہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ یہ دنیا اس طرح بنی ہے کہ ذرّے آپس میں جُڑ گئے اور ان ذرّوں کے آپس میں ملنے سے آہستہ آہستہ یہ عظیم الشان دنیا تیار ہو گئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے مان لیا دنیا مختلف ذرّات کے مجموعہ سے بنی ہے مگر ان ذرّوں کے آپس میں ملنے سے یہ کس طرح ہو گیا کہ ہمیں آج یہاں ضرورت پیش آتی ہے تو میلوں میل پر اس ضرورت کو پورا کرنے کا سامان موجود ہوتا ہے۔ بیشک ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ ایٹمز ATOMS کے ملنے سے یہ دنیا بنی۔ لیکن

اگر اس دنیا کا کوئی خدا نہیں

تو یہ کس طرح ہو گیا کہ وہ ذرّے اسی طرح آپس میں ملے جس طرح بنی نوعِ انسان کو ضرورت تھی۔ اور اسی جگہ ملے جہاں انسان کو کوئی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ ذرّوں کا آپس میں ملنا اتفاق ہو سکتا ہے لیکن ان ذرّوں کا آپس میں مل کر ہر انسانی ضرورت کو پورا کرنے کا سامان مہیا کر دینا یہ اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کارخانۂ عالم کے پیچھے کوئی اور ہستی کام کر رہی ہے۔ ہم اگر ایک چمڑا پڑا ہوا دیکھیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ چمڑا یہاں اتفاقی طور پر آ گیا۔ لیکن اگر ہمیں ایک بوٹ دکھائی دیتا ہو جو اس چمڑے سے بنا ہوا ہو پھر وہاں وہی چمڑا کہیں صوفوں پر لگا ہوا نظر آئے کہیں کرسیوں اور زینوں پر لگا ہوا دکھائی دے تو ان ساری چیزوں کو ہم اتفاق نہیں کہہ سکتے۔ بس

نظامِ کلّی اتفاقی نہیں ہوتا

جزئی چیز کو بیشک اتفاقی کہا جا سکتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے ایک طرف آنکھ بنائی اور اس آنکھ پر یہ مادہ رکھا

حمد ربّ العٰلمین

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

کہ وہ بغیر روشنی کے نہیں دیکھ سکتی تو دوسری طرف کروڑوں کروڑ میل پر سورج بنا دیا تاکہ آنکھ اس روشنی کے ذریعہ اردگرد کی چیزوں کو دیکھ سکے۔ اب بھلا اس کو کون اتفاق کہہ سکتا ہے؟ یہی حال اور ضروریاتِ انسانی کا ہے

کوئی انسانی ضرورت ایسی نہیں

جو طبعی ہو اور اس کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالےٰ نے پیدا نہ فرمائے ہوں۔ بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالےٰ نے انسانی نفس میں ہی رکھ دیئے ہیں۔ بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالیٰ نے انسان کے اردگرد رکھ دیئے ہیں اور بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالےٰ نے کروڑوں کروڑ میل پر پیدا کر دیئے ہیں بہرحال ہر انسانی ضرورت کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالےٰ نے اس دنیا میں پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ نظام اپنی ذات میں ایسا مکمل ہے کہ اس ساری تصویر کو ملا کر کوئی شخص یہ خیال تک نہیں کر سکتا کہ یہ سب کچھ اتفاقی ہو گیا ہے۔ پس فرماتا ہے تم اس

نظامِ سماوی اور ارضی

کو دیکھو جو خلق میں تمہاری اپنی پیدائش سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ تم کسی ایک چیز کے متعلق کہہ سکتے ہو کہ وہ اتفاقی ہو گئی۔ تم دو کے متعلق کہہ سکتے ہو کہ وہ اتفاقی ہو گئیں لیکن تم اس سارے نظام کو کس طرح اتفاقی کہہ سکتے ہو کہ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا۔ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ نظام کی یہ ساری تصویر جو ہم تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں اس پر غور کرو اور بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں اتفاقی ہو سکتی ہیں ہمیں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے عجیب سے عجیب فلسفہ پر بھی اگر کوئی شخص اپنے علم کی بنیاد رکھتا ہو تو وہ اسے اتفاقی نہیں کہہ سکتا بلکہ اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

کارخانۂ عالم کے پیچھے کوئی ذاتِ ہستی

کام کر رہی ہے جو تمام ضروریاتِ انسانی کو جانتی اور پھر ان کو پورا کرنے کے سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

پس فرماتا ہے تم اس نظام پر غور کرو۔ تم اپنے متعلق خیال کر سکتے ہو کہ تم اپنے آپ خالق ہیں مگر تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نظام کا خالق اور کوئی نہیں۔ اس لئے ہم اپنی خالقیت منوانے کے لئے تمہارے سامنے اسی نظام کو پیش کرتے ہیں۔ تم اس کو اچھی طرح دیکھو اور پھر سوچو کہ کیا تمہارا بھی کوئی خالق ہے یا نہیں۔ گویا ایک نہایت ہی

لطیف پیرایہ میں

انسان کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کیا گیا۔ اگر انسان کو اپنی ذات کی طرف توجہ دلائی جاتی اور کہا جاتا کہ خدا نے تمہیں زبان دی ہے۔ کان دیئے ہیں۔ آنکھیں دی ہیں۔ دل دیا ہے دماغ دیا ہے اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ تمہارا کوئی خالق ہے تو وہ انکار کر دیتا اور کہتا اس کا فلاں سبب ہے اور اس کا فلاں سبب ہے۔ بیشک ہم گفتگو کرتے ہوئے عام طور پر یہی مثال دیا کرتے ہیں مگر

قرآن کریم

چونکہ مکمل بات کرتا ہے اس لئے اس نے کارخانۂ عالم کو اپنی خالقیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے کیونکہ دوسری چیز کے متعلق سوچنا اور غور کرنا آسان ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اپنے متعلق سوچنا اور غور کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا دوسری چیز کے متعلق غور کرنا آسان ہوتا ہے۔ یہی حکمت ہے جس کی بنا پر قرآن کریم نے بجائے یہ طریق اختیار کرنے کے کہ تم غور کرو خدا نے تمہیں آنکھیں دی ہیں۔ دل دیا ہے دماغ دیا ہے۔ کان دیئے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں دیئے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ تمہارا کوئی خالق ہے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کے سامنے نظامِ عالم کی گواہی پیش کرتا ہے تاکہ اس کے متعلق سوچنا آسان ہو اور وہ لوگ جو ہستیٔ باری تعالےٰ کے قائل نہیں ٹھنڈے دل سے اس معاملہ پر غور کر سکیں۔

دوسری وجہ یہ ہے

کہ انسان اشرف المخلوقات تو بیشک ہے مگر نکلا اسی نظام سے ہے اور وہ اسی سارے نظام کا ایک ادنیٰ پرزہ ہے۔ وہ اشرف ہو گیا ہے اپنی روحانی ترقی کی وجہ سے، ورنہ جہاں تک اس کی پیدائش کا سوال ہے وہ اپنی پیدائش کے لحاظ سے اس سارے نظام کا ایک جزو اور پرزہ ہے۔ اور خلقت کے لحاظ سے زمین و آسمان کی پیدائش کے سامنے بالکل غیر اہم ہے۔ پس جہاں تک خالی پیدائش کا سوال ہے پیدائشِ عالم زیادہ اہم ہے۔ اور پیدائشِ انسان اس کے مقابلہ میں بہت حقیر چیز ہے۔ بعد میں کوئی چیز ارتقاء حاصل کر کے بڑی ہو جائے تو اس سے

نفسِ مسئلہ

پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ پس چونکہ پیدائشِ عالم پیدائشِ انسانی کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ پیدائشِ عالم کو پیش کر کے بتاتا ہے کہ جس نے اتنا بڑا کارخانہ بنا دیا وہ تم کو کیوں نہیں بنا سکتا۔ یہ دلیل پیش کر کے اللہ تعالےٰ نے ضمنی طور پر دو اور اہم مسائل کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ ایک حیاتِ بعد الممات کا اور دوسرے اسی عالم میں اس احیاءِ روحانی کا جو انبیاء کے ذریعہ ہوتا ہے۔

حیاتِ بعد الممات

کا تو اس رنگ میں ثبوت دیا کہ جب اللہ تعالےٰ نے ایک ایسا کارخانۂ عالم بنا دیا ہے جو تمہاری پیدائش سے بھی زیادہ اہم ہے اور جس نظام کا تم بھی ایک جزو ہو تو بہرحال تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالےٰ دوسرے عالم میں بھی پیدائش کر سکتا ہے۔ گویا یا تو یہ تسلیم کرو کہ یہ نظام خود بخود ہے اس کے پیچھے کوئی اور ہستی کام نہیں کر رہی۔ اور اگر تم اس نظام کو دیکھ کر اور اس کی

باریک در باریک

حکمتوں پر غور کر کے یہ ماننے پر مجبور ہو کہ یہ نظام اتفاقی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک اور ہستی اس نظام کی خالق ہے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ جس خدا نے ایک دفعہ یہ سب کچھ بنا لیا وہ دوسری دفعہ بھی تم کو بنا سکتا ہے۔ گویا

ایک ہی دلیل سے

اللہ تعالےٰ نے نہ صرف اپنی ہستی کا ثبوت پیش کر دیا بلکہ حیات بعد الموت کا مسئلہ بھی واضح کر دیا۔ آخر بعض لوگ مرنے کے بعد کسی اور زندگی کے کیوں قائل نہیں؟ اسی لئے کہ وہ خیال کرتے ہیں ایسا کب ہو سکتا ہے کہ مر کر انسان زندہ ہو جائے اللہ تعالےٰ بتاتا ہے تم تو اس نظام کا ایک حقیر سا پرزہ ہو تم غور کرو کہ اتنا بڑا کارخانہ کس نے بنایا ہے۔ تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سب کارخانہ خدا نے بنایا ہے۔ جب خدا نے اس دنیا کو بنایا ہے تو جو خدا اتنا بڑا کارخانہ جاری کر سکتا ہے کیا وہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ دوبارہ تم کو پیدا کرے۔ گویا جس طرح فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى میں عذابِ دنیا کو عذابِ آخرت کا ثبوت قرار دیا گیا تھا اسی طرح اس جہان کی پیدائش کو اگلے جہان کی پیدائش کا ثبوت قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو خدا اس جہان میں تمہیں پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں اگلے جہان میں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ اس نے دوبارہ پیدا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے یا نہیں؟ اگر وعدہ کیا ہے تو بات ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ سوال نہیں رہتا کہ وہ کس طرح کرے گا۔ جب اس نے اس جہان میں اتنا بڑا نظام پیدا کر کے دکھا دیا ہے تو وہ اگلے جہان میں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ ناممکن بات نہیں۔ گویا پیدائشِ عالم کا مسئلہ حیاتِ بعد الموت کا بھی ایک رنگ میں ثبوت ہے۔

اسی طرح یہاں

روحانی احیا کا مسئلہ

بھی پیش کیا گیا ہے کہ جس خدا نے تمہاری ادنےٰ ادنےٰ ضرورتوں کو پورا کرنے کا اس قدر سامان کیا ہے کیا اس کے متعلق تم یہ خیال بھی کر سکتے ہو کہ اس نے تمہارے روحانی احیاء کا کوئی سامان نہیں کیا ہوگا۔ جب تمہارے جسم کی حفاظت کے لئے جو بہرحال ایک دن فنا ہو جانے والا ہے اللہ تعالےٰ نے اس قدر سامان پیدا کر دیئے ہیں جن میں سے بعض کروڑوں کروڑ میل پر ہیں تو اللہ تعالےٰ نے تمہاری روح کی حفاظت کے لئے کیوں سامان نہیں کئے ہوں گے۔

وہ خدا

جو عالمِ کبیر کا نظام ہر جہت سے مکمل رکھتا ہے عالمِ صغیر کی ضروریات پوری کرنے سے خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی کس طرح اغماض کر سکتا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم نصف اوّل ص۱۲۵ تا ص۱۲۱)

موصیوں کا سالانہ حساب

موصیوں کے حصہ آمد کا سالانہ حساب صرف اسی صورت میں تیار کیا جا سکتا ہے کہ دفتر ہذا کی طرف سے موصیوں کی خدمت میں جو فارم بنام فارم اصل آمد بھجوائے جا چکے ہیں وہ موصیوں کی طرف سے مکمل ہو کر دفتر ہذا میں پہنچ جائیں۔

بعض موصی صاحبان بروقت فارم نہیں بھجواتے اس لئے ان کی ادائیگیوں اور بقایا کا حساب انہیں نہیں بھجوایا جا سکتا۔

سو تمام موصیوں سے درخواست ہے کہ وہ فارم جلد ارسال فرماویں۔

اگر کسی موصی کو فارم نہ پہنچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ اور فارم بھجوا دیا جائے

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان کی اولین زیارت کے ایمان افروز واقعات

از محترم مولوی غلام احمد صاحب فاضل۔ آف بدو ملہی۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا موقع اس خاکسار کو جولائی ۱۹۰۷ء میں پہلی بار عنایت فرمایا جب کہ میری عمر کا ساتواں سال ابھی ختم نہ ہوا تھا۔

میری حاضری اور قدم بوسی کا سبب یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں کے چوہدری سرفراز خاں صاحب ملہی احمدی سفید پوش قادیان گئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی تھی۔ حضور علیہ السلام نے کسی مجلس میں ذکر فرمایا کہ ہمیں کوئی گائے چاہیئے جو اصیل ہو اور صحت مند بھی ہو۔ گھر میں بندھے رہنے پر عورتوں اور بچوں سے نہ گھبرائے اور نہ ان عورتوں اور بچوں کو تکلیف ہو۔ (او کما قال)

چوہدری صاحب بدو ملہی واپس پہنچ کر ایک دن ہماری دوکان پر بھی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں تمام صحابہؓ کا معمول ہوتا تھا کہ قادیان کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد دوسروں کو وہاں کے حالات سنا کر انہیں بھی محظوظ کرتے تھے۔ چنانچہ چوہدری صاحب مرحومؓ نے حسب معمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلماتِ طیبات، ارشادات اور قادیان کے ایمان افروز حالات ہمارے تایا صاحب کو بھی سنائے اور ضمناً حضورؑ کی اس خواہش و فرمائش کا بھی ذکر کیا۔

عام معمول کے مطابق گھر میں بعد از نماز عشاء ہر روز دونوں بھائی (یعنی تایا جی مولوی غلام رسول صاحب اور والد محترم مولوی عبد الحق صاحب) باہم مل کر باتیں کیا کرتے تھے کبھی تو اخبار الحکم اور کبھی اخبار بدر کے حوالے سے یا کبھی احمدی کے قادیان جانے اور وہاں سے واپس آنے پر احمدیت یا قادیان کے متعلق باتیں ہوتی تھیں چونکہ ضلع سیالکوٹ کے وسط کی جماعتوں کے افراد بدو ملہی کے راستے قادیان آتے جاتے تھے اس لئے ہمارے خاندان کو ان کی مہمان نوازی اور خدمت کا موقع ملتا رہتا۔ فالحمد للہ۔ اس مجلس میں والدہ و تائی صاحبہ ضرور شامل ہوتیں اور ہم بچوں میں سے بھی جو کوئی جاگتا رہتا شامل ہوتا اس روز رات کو جب دونوں بھائی گھر میں اکٹھے ہوئے تو چوہدری صاحبؓ کے آنے کا ذکر ہوا۔ اور حضور کی اس فرمائش کا بھی ذکر آیا۔ اس پر میرے والد صاحب نے کہا الحمد للہ خدا تعالیٰ نے ہمیں خدمت کا موقع دیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ گائے تو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بغیر ہماری خواہش و ارادہ کے دی ہوئی ہے اس کو حضرت صاحب کے حضور پیش کر دیا جائے خدا کے مسیح کی خاطر ہمیں ثواب کے موقع کی بہم رسانی کے لئے یہ حسن اتفاق تھا کہ بدو ملہی کے ایک ہندو صراف آریہ سماجی تھے (جو اس واقعہ سے چند سال پہلے میرے دوسرے بڑے تایا جی مولوی محمد علی صاحبؓ کے ساتھ قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کر چکے تھے بلکہ انہوں نے ۱۹۰۴ء کے لیکچر سیالکوٹ کو بھی سیالکوٹ جا کر سنا تھا۔) ان ہندو صراف نے اس گفتگو سے پندرہ بیس دن پہلے دوستانہ رنگ میں میرے بابا جی اور تایا جی کو وہ گائے بغیر ہماری خواہش یا ارادے کے تحفہ دی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہ بہت اصیل ہے اور یہ کہ انہیں خود ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے پاس پہلے سے ایک گائے موجود ہے اور یہ کہ ملی بھی سستی ہے یعنی صرف ۲۵ روپے میں۔ اس لئے یہ تم لے لو۔ جب دونوں بھائی اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس گائے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بھیج دیا جائے بلکہ جلدی ہی دوسرے یا تیسرے دن روانہ کر دی جائے تو میری تائی صاحبہ اور والدہ صاحبہ دونوں نے کہا جلدی نہ کرو ہمیں اس کی ٹہل کرنے دو کم از کم سات دن تو اسے رہنے دیا جائے کہ چارہ کھلا کر اسے اچھی صحت میں پیش کیا جا سکے۔ چنانچہ دونوں بھائی مان گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس کے بعد میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر اس گائے کو اور اس کے بچے کو جو ایک یا ڈیڑھ ماہ کا تھا نہلایا کرتا تھا وہ اس کے چارے کا بڑے اہتمام سے انتظام کرتی رہیں۔ سات یا دس دن کے بعد انہوں نے اس پر مہندی کا رنگ کے نشان بھی لگائے جیسے قربانی کے مینڈھوں پر بعض دفعہ قربانی دینے والے لگاتے ہیں پھر اس کو بابا اللہ دین صاحب حجام احمدی کے ساتھ جو ہمارے گھرانے کا قدیمی ہمدرد تھا قادیان بھیج دیا گیا۔ کہ وہ منزل بہ منزل تین چار روز میں اسے لے کر قادیان پہنچے تین چار دن بعد تایا جی بدو ملہی سے براستہ امرتسر روانہ ہو کر قادیان پہنچے اور وہ گائے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دی میرے تایا جی مرحوم و مغفور کا بیان ہے کہ حضورؑ جب مسجد میں تشریف لائے اور ملاقات ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "آپ نے تو صحابہؓ والا کام کیا جزاکم اللہ"

جب گائے کو روانہ کیا گیا تو میں اسکول گیا ہوا تھا۔ ان دنوں پرائمری اسکول روزانہ صبح ہی لگ جاتے اور چار پانچ بجے شام تک کھلے رہتے تھے۔ درمیان میں کچھ چھٹی ہو جاتی تھی۔ میں شام کو گھر آیا اور گائے کو اس کی جگہ نہ پایا تو والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ گائے کیا ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ قادیان بھیج دی ہے۔ میں نے کہا کس کے پاس؟ تب تائی جی نے بالتفصیل اس دن پہلے کی بات یاد کرا کے بتایا کہ اس دن جو مشورہ ہوا تھا کہ حضرت صاحب کے حضور اسے پیش کیا جائے اسی وجہ سے تو ہم اس کی خدمت کرتے تھے۔ ورنہ دوسرے جانور یعنی بھینس کی ہم ایسی خدمت نہیں کرتے۔ تب میں نے اصرار شروع کیا کہ میں نے ان حضرت صاحب کو دیکھنا ہے میں نے قادیان جانا ہے۔ یہ اصرار اتنا بڑھا کہ جولائی میں پھر میرے دوسرے تایا جی اور تائی صاحبہ مجھے ساتھ لے کر قادیان آئے۔ تایا جی کے ہاں ان دنوں اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے تائی جی کا پیار میرے ساتھ زیادہ تھا۔ اور وہ عموماً میری ضد میں پوری کر دیتی تھیں

مجھے اس سفر کی بہت سی اور باتیں بھی اب تک یاد ہیں مگر ان کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ قادیان میں جب ہم پہنچے تو خوب بارش ہو رہی تھی۔ اس وقت اکوں تانگوں کا رواج تھا اکہ پر بڑی مشکل سے ہم تینوں نفوس بیٹھے تھے۔ وہ اکہ چھتری دار اونچا تو بہت ہوتا تھا مگر سواری کے بیٹھنے کی جگہ تھوڑی ہوتی تھی اور سامان رکھنے کی جگہ سواری کے نیچے ہوتی تھی۔ چوک میں اکہ ٹھہرتے ہی ہم گول کمرے کی سیڑھیوں کی طرف پہنچے تایا جی تو اوپر مسجد کی سیڑھیوں کی طرف چلے گئے مگر ہم دونوں گول کمرہ کا سبز صحیوں والا دروازہ کھلا جانے سے گول کمرہ میں چلے گئے۔ گول کمرہ میں ان دنوں حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ مرحوم و مغفور مع اپنے دو چھوٹے بچوں اور حضرت بیگم صاحبہ قیام فرماتے تھے۔ چونکہ حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ ان دنوں رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ہاسپٹل میں ہوتے تھے اس لئے بدو ملہی سے دو ڈھائی میل پر ہونے کی وجہ سے ہمارا ان کے ہاں آنا جانا بہت تھا۔ میرے والد، تایا صاحبان سے حضرت ڈاکٹر صاحب کو اور میری تائی و والدہ صاحبہ سے حضرت والدہ سید عبد الرزاق شاہ صاحب کو اچھی واقفیت اور شناسائی تھی۔ ان دنوں حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہؓ جو بعد میں حضرت اُمّ طاہر کی نسبت سے مشہور ہوئیں غالباً اپنی والدہ کی گود میں تھیں اور سید عبد الرزاق شاہ صاحب میری عمر کے لگ بھگ تھے۔ حضرت بیگم صاحبہ نے جلدی ہی ہمارے کپڑے بدلوا دئے۔ گول کمرے کے اندر دروازے کی طرف سے تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ خاتون اچھے لباس میں تشریف لائیں جن کی آمد پر حضرت سیدہ والدہ عبد الرزاق شاہ صاحب اور میری تائی جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے پوچھا کہ مہمانوں کے کپڑے بدلوا دئے؟ حضرت بے بے جی نے عرض کی کہ بدلوا دئے ہیں پھر انہوں نے پوچھا مہمان کہاں سے آئے ہیں؟ تو حضرت بے بے جی نے (جنہیں میرے والد، والدہ، تائی، تایا صاحب والدہ سید عبد الرزاق صاحب کو بے بے جی ہی کہا کرتے تھے۔ اس سے پہلے اور بعد بھی) کہا ہمارے پڑوس بدو ملہی سے آئے ہیں اور یہ بھی عرض کی کہ ہم ان سے واقف ہیں پھر وہ چلی گئیں۔ میں نے تائی جی سے پوچھا یہ کون تھیں؟ جس پر تائی جی نے کہا یہ بڑی اماں جی تھیں (یعنی حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا) حضرت سیدہ اماں جان رضی اللہ عنہا اس وقت نہایت گہرے سبز رنگ کا چوڑی دار پاجامہ جو کسی ریشمی کپڑے کا تھا زیب تن فرمائے تھیں اور قمیص دوپٹہ کسی اور رنگ کے مگر ان کا رنگ کچھ ہلکا تھا۔ آپ جلدی ہی واپس تشریف لے گئیں۔

اس کے بعد ظہر کی نماز میں ہی میں نے بھی مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ اور حضورؑ کے بائیں ہاتھ مسجد میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔

اُن دنوں حضور علیہ السلام مسجد مبارک میں اُس کھڑکی سے تشریف لایا کرتے تھے جس کھڑکی پر بعد میں خلافت اولیٰ سے ہی دبیز موٹا بلکہ روئی دار پردہ پڑا

رہتا تھا بلکہ اب بھی لٹکا رہتا ہے۔ اور وہ دروازہ جو آجکل چھوٹی سیڑھیوں کے ساتھ ہی مسجد میں لگا ہوا ہے وہ نہ تھا اور مسجد میں صرف پانچ نفوس یا پتلے دبلے ہوتے تو چھ نفوس کی ایک قطار ہوتی تھی۔ آگے پیچھے چھ سات قطاریں ہوتی تھیں میں عموماً اس کھڑکی کے پاس ایک آدمی کی جگہ چھوڑ کر بیٹھ جایا کرتا اور جونہی خدا تعالیٰ کے پیارے مسیحؑ (اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار برکات آپؑ کے متبوع صلے اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے طفیل خود حضور مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ہوں) تشریف لاتے تو میں ان کے بائیں ہاتھ سمٹ کر کھڑا ہو جاتا۔ میں آٹھ دس دن برابر ظہر و عصر کی نمازوں میں ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرتا رہا نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضورؑ دیوار سے ٹیک لگا لیتے اور سب صحابہؓ ذرا ہٹ کر دائرہ کی شکل میں بیٹھ جاتے۔

واقعاتی رنگ میں جو بات میرے سامنے آئی اور اس میں کسی قسم کا تعجب یا غور کا پہلو ہوا تو مجھے وہ واقعہ یاد رہ گیا۔ ورنہ حضورؑ کے کلماتِ طیبات یاد رکھنے بلکہ بہت سے کلمات سمجھنے کی بھی قابلیت نہ تھی اس لئے میں حضورؑ کے پاک کلمات بیان کرنے سے قطعی قاصر ہوں۔ صرف واقعات ہی بیان کر سکتا ہوں۔

ایک دن کسی نماز ظہر یا عصر کے بعد ایسا ہوا کہ جونہی سلام پھیرا گیا تو پچھلی صفوں میں کچھ حرکت ہوئی۔ مڑ کر میں نے دیکھا کہ ایک بابا لمبے قد اور لال داڑھی والا اس جگہ بقیہ نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوا جو رہ گئی تھی۔ تو جلدی سے پچھلی صف والوں نے ان کے آگے اور پاس سے جوتیاں ہٹا دیں۔ اور جوتیاں ہٹانے والے کچھ فکرمند معلوم ہوئے کیونکہ وہ اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے، جہاں اندر کی سیڑھیوں سے آنے والے اپنی جوتیاں اتارتے تھے مجھے تعجب ہوا تو اپنے والد صاحبؓ سے (جو ہم کو واپس لانے کے لئے اب قادیان پہنچ چکے تھے) پوچھا کہ یہ بابا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ "یہ بڑے مولوی صاحب ہیں۔ دیر سے آئے اور پیچھے کھڑے ہو گئے"۔ پھر اسی دن یہ نظارہ بھی ہوا کہ بڑے مولوی صاحب تو نماز پڑھ کر پیچھے بیٹھ گئے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "مولوی صاحب" کا لفظ فرما کر اُدھر توجہ فرمائی تو وہ بابا جی فوراً اٹھ کر حضورؑ کی خدمت میں پاس آ گئے۔ یہ بابا جی حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تھے۔

میں نماز کے بعد اکثر اس کھڑکی میں آ جاتا جو مسجد مبارک کی بائیں دیوار یعنی دکھنی دیوار میں تھی۔ یا اس کھڑکی کے اندر یا کھڑکی کے ساتھ۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضور جب کھڑکی سے مسجد میں تشریف لانے لگے تو ابھی اندر کی کنڈی ذرا سی ہلی تو میں کھڑا ہو گیا اور حضور نے قدم اندر رکھتے ہی سر مبارک اونچا اٹھایا تو اوپر کا حصہ حضورؑ کے عمامہ مبارک پر لگا۔ جس سے وہ عمامہ ذرا پیچھے کو ہٹ گیا۔ میرے ابا جی نے مجھے پکڑ کر اس بائیں جانب والی کھڑکی میں کر دیا اور خود حضورؑ کے ساتھ ہو گئے۔ بعد میں مجھے سمجھایا کہ جب دوسرے لوگ اٹھا کریں تب تم بھی اٹھو۔ اتنی جلدی نہ کرنی چاہیئے۔

یہ کھڑکی جس کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے باہر دیکھنے پر وہ جگہ نظر آتی تھی جہاں بعد میں دفتر محاسب و آڈیٹر تھا۔ وہاں پہلے کوڑا کرکٹ ہوتا تھا چنانچہ اسی سال بعد میں اس حصے پر چھت ڈال کر نیچے دفتر اور اوپر مسجد مبارک کی توسیع عمل میں آئی۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ چند اصحاب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہوتے ہوئے وہاں مسجد میں کھانا تناول فرمایا۔ یعنی ان دس بارہ دنوں میں جب میں وہاں تھا یہ واقعہ ایک دن ہی ہوا۔ غالباً چار آدمی اور تھے۔ میں نے دیکھا حضور لقمہ کے کئی ٹکڑے کرتے تھے اور پھر ایک آدھ منہ میں ڈالتے۔ کبھی حضورؑ سالن کی پلیٹ تک ہاتھ لے جاتے اور کبھی وہ خشک ٹکڑا ہی منہ میں ڈال لیتے میں نے بہت تعجب کیا۔ اور اپنی تائی صاحبہ سے گول کمرہ میں آ کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس طرح کھانا کھاتے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ پھر کہا ان کو خدا کھلاتا ہے یہ بات مجھے اس وقت مطلق سمجھ نہ آئی مگر میں چپ رہا

میں نے یہ بھی دیکھا کہ نماز کے بعد جب حضور مسجد میں بیٹھتے تو اپنی پگڑی کا شملہ اپنے دہن مبارک کے سامنے کبھی کبھی رکھ لیتے

ایک دفعہ ایسا بھی دیکھا کہ حضورؑ نے کوئی بات فرماتے فرماتے اپنا دایاں ہاتھ ذرا اوپر اٹھا کر ران پر مارا۔

ایک دفعہ یہ واقعہ بھی مجھے یاد ہے کہ حضرت اماں جی والے صحن سے شمالی جانب جو دوسرا صحن تھا۔ وہ دو سیڑھی اونچا تھا۔ اسی اونچے صحن میں مغرب سے نصف گھنٹہ قبل ایک بڑی چارپائی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحب فراش تھے اور قبلہ کی طرف سرہانے کے قریب ایک بڑا پیڑھا جو

دلہنوں کو جہیز میں دینے کا رواج تھا وہ بھی رکھا تھا۔ اس پر حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں اور شعائر اللہ میں سے ایک صاحبزادی صاحبہ جو مجھ سے بہرحال بڑی تھیں وہ سرہانے والے دائیں پائے اور کچھ پٹی پر بیٹھی تھیں۔ نور اللہ وجہہا و بارک فی حیاتہما تو میں نے اس صحن میں قدم رکھتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں دبانے شروع کر دئے حضور علیہ السلام نے پوچھا یہ بچہ کون ہے؟ اس پر حضرت اماں جان ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ بدوملہی کے مہمانوں کا لڑکا ہے جو گول کمرہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

میں نے اسی صحن میں دکھنی جانب اور اس صحن میں داخلہ والے دروازے کے مغربی جانب ایک کمرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ٹہلتے ہوئے قلم کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے لکھتے دیکھا ہے۔ باہر چق لٹکی تھی اور ایک بڑھیا بیٹھی وہ رسی ہلا رہی تھی جو اس کمرے کے پنکھے کی تھی۔

ہم قادیان میں دس بارہ دن رہے پھر واپس آ گئے۔ اس اثنا میں تایا جی تو جلدی واپس آ گئے تھے بعد میں ابا جی قادیان جا کر ہمیں لائے تھے۔

دوسری بار خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے اسی سال جلسہ سالانہ پر والد کے ساتھ قادیان جانے اور بعد میں ایک دو دن رہنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔ وللہ الحمد

جلسہ سالانہ کی تقریریں مسجد اقصیٰ کے پرانے حصہ میں تھیں۔ مجھے صرف ایک دو لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یاد ہیں جب آپؑ نے "چار لاکھ" کا لفظ فرمایا لہٰذا فقرہ میں نقل نہیں کر سکتا۔ یا تو یہ فرمایا کہ اب بیعت کرنے والوں کی تعداد چار لاکھ ہو گئی ہے یا یہ فرمایا کہ ہمارا سلسلہ چار لاکھ تک پھیل گیا ہے۔ چار لاکھ کے لفظ سے مجھے چونکہ حیرت ہوئی اس لئے یہ لفظ مجھے یاد رہے۔

ایک دن جلسہ کے بعد حضورؑ سیر کو نکلے اور سنڈوں والے بازار سے باہر ریتی چھلہ کے بوہڑ کے درخت تک جا سکے۔ دو بار حضورؑ کے دستِ مبارک سے آپؑ کی چھڑی گری جو کوئی دوسرا صحابی بعد میں آپ تک پہنچاتا تھا۔ میرا بازو میرے والد صاحب نے تھاما ہوا تھا۔ بوہڑ کے قریب یا نیچے پہنچ کر حضورؑ نے فرمایا (جو دوسرے دوستوں کی زبان پر جاری تھا) اب تو احباب کی کثرت کی وجہ سے سیر بھی مشکل ہو گئی ہے۔ پھر حضورؑ وہیں سے واپس آ گئے۔

ایک واقعہ جو ایک معجزہ پر مشتمل ہے یہ بھی ہے کہ جلسہ سالانہ کے بعد مہمانخانہ میں (جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں ہوتا تھا) صبح کے کھانے کے لئے گڑ والے چاول پکائے گئے جب تقسیم کا وقت آیا تو محسوس ہوا کہ خدام مسیح موعودؑ یعنی مہمان زیادہ ہیں اور کھانا کم ہے۔ حضورؑ کی خدمت میں اطلاع کرائی گئی تو حضورؑ نے فرمایا میرے آنے پر تقسیم شروع ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر سیڑھیوں کے اوپر سے ہی تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا تقسیم شروع کرو۔ حضورؑ کے سر پر اس وقت سفید ٹوپی تھی (جیسے کبھی کبھی بوڑھے معزز کشمیریوں کے سر پر امرتسر وغیرہ میں دیکھی گئی) اور کھلے بانہوں والا کرتہ اور پاجامہ تھا اور کالی سی صدری تھی۔ ایک لمبے قد کے بزرگ (بعد میں معلوم ہوا یہ حضرت قاضی امیر حسین صاحب تھے) نے دیگ کے پاس کھڑے ہو کر چاول تقسیم کرائے۔ دیگ کے منہ پر کپڑا ڈالا گیا ایک طرف سے چاول نکالے جاتے اور مہمان پلیٹوں میں لے کر دور نزدیک تختوں پر صفوں پر یا چارپائیوں پر بیٹھ کر کھانے لگے تقسیم ختم ہونے پر معلوم ہوا سب مہمان کھا چکے مگر کھانا وافر بچ گیا ہے

حضورؑ تو اوپر ہی سے اندر تشریف لے گئے اور مہمانوں میں باتیں ہونے لگیں۔ لو جی یہ معجزہ بھی آج دیکھ لیا۔ کوئی الحمد للہ کہہ رہا تھا کوئی درود شریف پڑھ رہا تھا۔ بار بار جو "معجزہ" کا لفظ میں نے کئی مونہوں سے سنا تو ابا جی سے پوچھا کہ معجزہ کیا ہوتا ہے؟ کھانا کھاتے کھاتے ہی ابا جی نے مجھے یہ سارا ماجرا بتایا

میں نے اس کا حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ سے دو تین مرتبہ ذکر کیا تھا جس پر آپؓ نے فرمایا تھا ہاں یہ بعض اور لوگوں نے بھی بیان کیا ہے۔ بلکہ ایک دفعہ ایک صاحب کا نام بھی لیا۔ یعنی مکرم ماسٹر نواب دین صاحب برادر اکبر جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے کا۔

اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وّ علٰی اٰلِ محمّدٍ کما صلّیتَ علٰی ابراھیم وعلٰی اٰلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجیدٌ آمین

دعائے نعم البدل

اللہ تعالیٰ نے مکرم حکیم عبد العلی صاحب کو پہلی بچی عطا فرمائی تھی مگر افسوس نومولودہ چند روز بعد وفات پا گئی احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر بخشے اور اپنے فضل سے نعم البدل عطا فرمائے آمین

غلام نبی نیاز مبلغ یادگیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

دعوائے نبوت سے انکار و اقرار کی حقیقت و نوعیت

"تناقض" اور تبدیلیٔ عقیدہ کا اعتراف

از مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

قسط نمبر ۳

لاہوری فریق کے معزز اراکین کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبدیلیٔ عقیدہ کبھی نہیں فرمائی۔ اور نہ آپ کی تحریرات میں کسی تناقض و اختلاف کا ذکر ہے۔ اگر تناقض و تبدیلی ثابت ہو جائے تو اس سے آپ کا دعوائے نبوت خود بخود ثابت ہو جائے گا۔

ان کے نزدیک اس قسم کی تبدیلی و تناقض و اختلاف شک کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ جس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اس کے لئے وہ "اعجاز احمدی" ص۲۶ (نومبر ۱۹۰۲ء) کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں کہ نبی کا دعوےٰ یقینی و بدیہی ہوتا ہے۔ اس میں وہ غلطی نہیں کر سکتا۔ اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ امر درست ہے لیکن حضرت اقدس نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ

"پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہادی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی۔"

حضرت اقدس کو اس تواتر و کثرت سے نبی و رسول کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا کہ آپ کو ان الہامات پر پورا پورا یقین تھا۔ ان میں آپ کو ذرا بھی شک و شبہ نہ تھا۔ وہ الہامات قطعی اور یقینی تھے۔ اور آپ کو ان پر کامل ایمان تھا۔ نبوت کی وجہ سے آپ مستقل و صاحب شریعت جدیدہ نبی ہونے سے انکار کرتے تھے۔ اور یہ تھا بھی درست۔ اس وقت سابقہ غلط تعریف نبوت کی وجہ سے کسی اور نبوت کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکتا تھا۔ چونکہ آپ کو اس وقت محدثیت کے دعوے کا الہام بھی ہو چکا تھا آپ اپنی نبوت (غیر تشریعی) کا نام محدثیت رکھ دیتے رہے۔ گو آپ نے اس نبوت سے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ ہاں اس کا نام رکھنے میں آپ سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جس کو آپ نے بعد میں ترک کر دیا۔ اسی کا نام تبدیلیٔ عقیدہ ہے جو ایک ضمنی و جزئی امر ہے۔ جو چیز آپ نے پیش کی وہ ہمیشہ ایک ہی رہی یعنی کثرت مکالمات و مخاطبات و امور غیبیہ۔ اس بات میں کبھی آپ کو شک نہیں ہوا۔ نہ الہامات نبوت و رسالت میں کبھی شبہ پڑا۔ بلکہ آپ ان کے بارہ میں پورے یقین پر قائم تھے

مذکورہ تبدیلیٔ عقیدہ کا بیّن ثبوت

اس تبدیلی کا پہلے بھی ہماری طرف سے ثبوت پیش کیا جاتا رہا ہے مگر اس کا جواب غیر متعلق ملتا رہا ہے۔ اب یہ ثبوت پھر پیش ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حیات مسیح کے عقیدہ کے بعد خدا کے حکم سے وفات مسیح کا عقیدہ اختیار کیا۔ ان دونوں میں بھی اختلاف و تناقض ہے۔ حضرت اقدس نے اس اختلاف و تناقض کی مثال دیکر دوسری تبدیلی و تناقض کا اعتراف فرمایا کہ پہلے مجھے دعوائے نبوت نہ تھا اب دعویٰ نبوت ہے اور پہلے میں حضرت مسیح پر صرف جزئی فضیلت کا قائل تھا لیکن اب تمام (قسم کی ضروری ناقل) شان میں فضیلت کا عقیدہ ہے اور ساتھ اس کا سبب بھی بتایا حضرت اقدس کا یہ بیان اس قدر واضح اور بیّن ہے کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اسے بخوبی سمجھ لیتا ہے۔ مگر فریق لاہور کے معزز اراکین کے "اہل الرائے" اصحاب اسے نہ معلوم کیوں سمجھنے سے قاصر ہیں ان کو نہ معلوم کیا ہو گیا ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منشی برہان الحق صاحب نے شاہجہانپور سے حضور کی تحریرات میں سے اس "اختلاف و تناقض" کو پیش کر کے حضور سے جواب مانگا تھا جس پر اس اختلاف و تناقض کو حضور نے تسلیم فرما کر اس کا جو جواب دیا تھا اسے حضور نے حقیقۃ الوحی میں شائع فرما دیا۔ ہم "حقیقۃ الوحی" سے ان کا سوال اور حضور کا جواب نقل کر دیتے ہیں جو حضور فرماتے ہیں:-

سوال

"تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے "اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے"

پھر ریویو جلد اوّل ع۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے خدا نے اس امّت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔

پھر ریویو صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔"

خلاصۂ اعتراض

یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے

الجواب

یاد رہے کہ ..... رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا۔ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی کہ چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا

لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے ...... پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے"

"اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا

مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ....."

"میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کیونکر رد کر سکتا ہوں ... ... میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہوں گے جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ مگر میں ان کی پروا نہیں کرتا میں کیا کروں۔ کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھ کو دی گئی تاریکی میں آ سکتا ہوں

خلاصہ یہ کہ میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور

جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ عالم الغیب ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔

میں نہیں جانتا کہ خدا نے ایسا کیوں کیا۔ ہاں میں اس قدر جانتا ہوں کہ آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر جوش مار رہی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے مخالف وہ توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ قریب ہے کہ ان سے آسمان پھٹ جائیں۔

پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنےٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے غیظ میں مر جائے۔

مگر خدا نے جو چاہا کیا۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کیا انسان کا مقدور ہے کہ وہ اعتراض کرے کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۰)

اس جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے تناقض کو قبول فرمایا ہے اس طرح کہ خدا نے پہلے آپ کو مسیح پر فضیلت دی تو آپ نے اسے جزئی فضیلت قرار دے لیا مگر بعد میں خدا تعالےٰ کے بتانے سے اسے "تمام شان" میں فضیلت قرار دیا۔ پہلے خدا کی طرف سے نبی و رسول کہا جانے کے باوجود اس کی تاویل کر کے اپنے آپ کو غیر نبی ٹھیرا لیا۔ مگر خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح وحی نے آپ کو نبی ہی قرار دیا۔

گویا یہ اختلاف و تناقض حضرت اقدس کی اپنی ذات کی طرف سے وقوع میں نہیں آیا کہ وہ قابلِ اعتراض و شک کا موجب ہو۔ بلکہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے واقع ہوا۔ کہ اس نے آپ کے غیر نبی ہونے اور جزئی فضیلت رکھنے کے خیال کو رد کر کے آپ کو نبی قرار دے کر تمام شان میں فضیلت قرار دی۔ اس طرح یہ تناقض حضرت اقدس کی تحریر اور خدا کے حکم کے درمیان واقع ہوا۔ گویا خدا نے آپ کو اصل و صحیح منصب سے آگاہ فرما کر اس پر قائم کر دیا اور غلطی کی اصلاح فرما دی۔

پس اراکین فریق لاہور کا یہ جواب دینا کہ حضور کی تحریرات میں کوئی تناقض نہیں اور نہ ہی اپنی تحریرات میں آپ نے اسے تسلیم فرمایا ہے۔ غیر متعلق ہے۔ وہ ہمیں اس بات کا جواب عنایت فرمائیں کہ حضرت اقدس نے مذکورہ عبارت میں کیا تبدیلی عقیدہ فرمائی ہے۔ کیا اپنے خیال اور خدا تعالےٰ کی وحی کے درمیان تناقض قبول فرمایا ہے یا نہیں۔؟

وہ ہمیں یہ بھی بتائیں کہ اگر مذکورہ عبارت میں جزئی فضیلت کی بجائے "تمام شان" میں فضیلت اور انکارِ نبوت کی بجائے اقرارِ نبوت کا ذکر نہیں تو وہ کونسا عقیدہ ہے جس پر آپ پہلے قائم تھے اور خدا نے آپ کو اس پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور وہ کونسا عقیدہ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے بعد میں آپ کو قائم کر دیا کیونکہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ

"بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا"

اگر بارش کی طرح وحی سے قبل بھی جزئی فضیلت اور انکارِ نبوت کا عقیدہ تھا اور بعد میں بھی اسی جزئی فضیلت اور انکارِ نبوت ہی کا عقیدہ قائم رہا تو فرق کچھ بھی نہ پڑا۔ حالانکہ آپ نے سابقہ عقیدہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:-

"اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا"

پس اپنے بھائیوں سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وہ بتائیں کہ پرانا عقیدہ کونسا تھا جس پر خدا نے آپ کو قائم نہ رہنے دیا۔ اور نیا عقیدہ کونسا ہے جس پر خدا نے آپ کو قائم کیا ہے۔ اس بارہ میں آپ حضرات کو فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔

ہمارے فریق لاہور کے معزز اراکین کو ذرا اس بارہ میں غور کرنا چاہیئے کہ تبدیلی عقیدہ اور تناقض کے متعلق سوال حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور حضورؑ نے اسے تسلیم کر کے اس کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس جواب کے خلاف آواز اٹھانا اور اس کا انکار کرنا کسی سچے متبع کا کام نہیں۔ اس لئے جس قدر جلد ہو سکے اس سے بچنا لازم ہے "پیغام صلح" نے لکھا تھا کہ اگر تبدیلی ثابت ہو جائے تو حضور کا دعوےٰ بھی ثابت ہو جائے گا۔ ہم نے تبدیلی و تناقض مطلوبہ ثابت کر دیا ہے لہٰذا دعوئے نبوت بھی ثابت ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ہم حضرت اقدس علیہ السلام کی اس تبدیلی عقیدہ سے قبل و بعد کی تحریرات کا موازنہ و مقابلہ کر کے حضرت اقدس علیہ السلام کا دعوئے نبوت اور اس کے متعلق بیان کی تفصیل و دلائل قارئین کرام کے سامنے لانا چاہتے ہیں

(باقی)

امتحان کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی"

امسال نظارتِ ہذا نے امتحان کتب سلسلہ کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کو بطور نصاب مقرر کیا ہے۔ یہ کتاب بہت بڑے علمی ذخیرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تصنیف کو اس جہت سے بھی بہت بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس مضمون کے پبلک میں آنے سے قبل ہی خدا تعالےٰ نے الہاماً اس کی مقبولیتِ عامّہ کے بارے میں اپنے ان مقدس الفاظ میں بشارت دے دی تھی کہ:-

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا"۔

سو خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس مضمون کو تمام مضامین پر غلبہ عطا فرمایا یہ مضمون مذاہب عالم کے عظیم الشان اجتماع منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور پڑھا گیا۔ اور اس وقت کے مشہور اخبارات نے کالموں کے کالم اس کی تعریف و توصیف میں لکھے۔

چونکہ یہ کتاب باریک در باریک علمی معارف پر مشتمل ہے اس لئے امسال صرف پہلے سوال تک کا امتحان لیا جائے گا۔ جو کتاب ہذا کے صفحہ ۱۱۹ کے ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے ـــ "ہاں وہ چیزیں دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی۔ مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہوں گی"۔

جملہ احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے استدعا ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور زیادہ سے زیادہ اس علمی معجزہ کے ذریعہ نیا ایمان اور نیا نور اپنے اندر پیدا کریں۔ یہ کتاب نظارتِ ہذا سے مبلغ ایک روپیہ میں مل سکتی ہے۔ محصولِ ڈاک بذمہ خریدار ہو گا۔ کتاب کا سرورق خوبصورت آرٹ پیپر پر چھپوایا گیا ہے۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت ابھی سے کتاب منگوا کر امتحان کی تیاری شروع کر دیں گے۔ یہ امتحان ۲۶؍اخاء ۱۳۴۸ مطابق ۲۶؍اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز اتوار ہو گا۔ جماعتیں نوٹ فرمالیں۔ اور ابھی سے امتحان میں شامل ہونے والوں کی مکمل فہرست سے اطلاع دیں۔ یاد رکھیں کہ فہرست تیار کرتے وقت امیدوار کا نام۔ ولدیت یا زوجیت۔ سکونت۔ ڈاکخانہ۔ ضلع اور صوبہ وغیرہ مکمل تفصیل کا اندراج نہایت ضروری ہے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

صدر صاحبان و سیکرٹریان تبلیغ و تربیت توجہ فرمائیں

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے صدر صاحبان و سیکرٹریان تبلیغ و تربیت کی خدمت میں نظارت ہٰذا کی طرف سے فارم رپورٹ ہائے تبلیغ و تربیت بھجوائے جا رہے ہیں۔ جملہ صدر صاحبان و سیکرٹریان سے توقع ہے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے نئے مالی سال سے پورے عزم و استقلال اور خلوص و انہماک سے پہلے سے زیادہ توجہ کے ساتھ خدمات اسلام کی بجا آوری میں مشغول ہوں گے۔

آپ اپنی ماہانہ تبلیغی و تربیتی مساعی سے مرکز کو بھی آگاہ کرتے رہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ہر ماہ اپنی رپورٹیں باقاعدگی کے ساتھ مرسلہ فارموں پر بھجوایا کریں۔ اگر کسی جماعت میں سیکرٹری تبلیغ و تربیت مقرر نہ ہو تو اس عہدے کیلئے کسی موزوں دوست کا انتخاب کر کے مرکز سے منظوری حاصل کریں۔

اللہ تعالےٰ نے جماعت احمدیہ پر بہت بڑا فضل کر رکھا ہے کہ وہ خلافت کے سایہ میں دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر کر رہی ہے۔ آپ بھی اپنی نمایاں خدمات سے آگے آئیں اور سلسلہ کی بڑھ چڑھ کر خدمت کریں اور صفِ اوّل میں اپنا مقام پیدا کریں۔

ہم جملہ احباب سے پوری توقع رکھتا ہوں کہ وہ عہدیداران سے پورا تعاون کریں گے اور اپنی رپورٹیں ہر ماہ باقاعدہ نظارت ہذا کو بھجوایا کریں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

منقولات

کام کی بات

دینی ماہنامہ الفرقان (لکھنؤ) کے اپریل نمبر سے :-

"مسٹر ٹائن بی کے مضمون کی اشاعت پر ہم نے اسٹیٹسمین سے معذرت نامہ چھپوا کر... اپنے جذبات کی تسکین کا سامان تو ضرور کر لیا لیکن کیا اسٹیٹسمین کے ایڈیٹر کو اندرونی طور پر معترف بھی کر دیا کہ اس سے غلطی ہوئی تھی۔ کیا ہم نے اس میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ ہمارے جذبات و اعتقادات سے قطع نظر مضمون کا متعلقہ حصہ علم و تحقیق کے پیمانہ سے بھی نہایت پست و کم عیار تھا۔؟ کیا ہم نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا کیا کہ جن لوگوں تک مسٹر ٹائن بی کی تحریر پہنچی ہے ان تک نہایت مؤثر اور مدلل انداز میں ہماری یہ بات بھی پہنچ جائے کہ مسٹر ٹائن بی نے اپنے علم و فضل کی شہرت کے باوجود علم و فضل کے چہرے پر محض خاک اڑائی ہے ؟"

سوالات بالکل معقول ہیں لیکن ملّت اس کی عادی ہی کب رہی ہے کہ صحیح صورت حال پر غور کر کے اپنے ضمیر کے مطمئن کرنے کا فریضہ انجام دے ؟ اسے تو بس خوشامد پسند رئیسوں کی طرح صرف یہ چاہیئے کہ خوشامدی مصاحبوں اور حالی موالیوں کی ٹولی اس کو ہر بات پر داد ہی دیتی رہے۔ اور اسے کسی اخلاقی فریضہ کی یاد دہانی درجۂ دوم پر بھی ضروری نہ سمجھتی رہے۔ ! کتنا قیمتی اور نادر موقع اسٹیٹسمین کی وسیع و اعلیٰ تعلیم یافتہ پبلک کے سامنے سیرتِ نبوی کی صحیح و مثبت تبلیغ کا ہاتھ آیا تھا وہ محض اپنی غفلت اور غلط جذباتی رُخ کے ہاتھوں ضائع ہو کر رہا !

اہل اللہ کی زبان

ایشیا - جماعتِ اسلامی پاکستان کا ہفتہ وار نقیب ہے۔ اس کی ۲۸ مارچ کی اشاعت میں مولانا مودودی کی زبان سے الفاظِ ذیل شائع ہوئے ہیں جو آج سے ۱۱ سال قبل اس وقت ادا ہوئے تھے جب انہیں مارشل لا کے تحت سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا تھا

"اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں بچا سکتی لیکن اگر میری زندگی پوری نہیں ہوئی تو یہ لوگ خواہ الٹے لٹک جائیں مجھے پھانسی پر نہیں لٹکا سکتے۔ رحم کی اپیل تو میری جوتی کی نوک بھی نہیں کرے گی۔"

نفسِ واقعہ سے یہاں کوئی بحث نہیں۔ سوال صرف مولانا کے الفاظ کے متعلق ہے۔ بیشک معافی کی درخواست نہ کرنا اور موت کے لئے تیار ہو جانا بڑی ہی ہمت، بے جگری، جوانمردی کی بات ہے لیکن اس کا تعلق للٰہیت سے ہونا ضروری ہے ورنہ ایسی بے خوفی تو دنیا کے کمیونسٹ، سوشلسٹ اور مارکسسٹ سب ہی بلکہ بہت سے خونی اور قاتل ہر ملک، ہر قوم، ہر عقیدہ کے بلکہ کھلے ہوئے ملحد اور دہریئے بھی دکھلاتے ہی رہتے ہیں۔ مولانا کی زبان سے اس قسم کے نقرے اور پھر ان کا اعادہ سن کر ہرگز ان کے کسی مسلمان نیاز مند کو خوشی نہیں ہو سکتی۔ وہ حیرت اور حسرت دونوں کے ساتھ اپنے سے سوال کریگا کہ کیا یہ زبان کسی اہل اللہ کی ہو سکتی ہے ؟ اس میں اور فخر و تعلّی شیخی و ہیکڑی کی زبان میں کیا فرق ہے ؟ ایک متقی مسلمان کی زبان اس موقع پر کھلتی تو بس کچھ اس طرح کہ "میں بندہ بشر ہوں محتاجیوں سے لبریز۔ حیات کا حریص۔ پھر بھی مالک سے توقع ہے کہ مجھے کسی بشر کے آگے نہ جھکنے دے گا۔ اور جان بچانے کے لئے کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہ دے گا۔" ـــ انا حسین بن منصور کی زبان سے بھی نکلا تھا اور "انا" فرعون کی زبان سے بھی۔ دونوں اناؤں کے درمیان فرق زمین و آسمان کا تھا"

شہر لکھنؤ میں تین شادیاں

ابھی مارچ کے مہینہ میں اسی شہر لکھنؤ میں تین شادیاں ایک مسلمان اچھی کھاتی پیتی برادری میں ہوئیں اور دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایسی شادیاں اس پشت یا اس نسل میں تو شاید ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اہلِ تقریب محض نام کے مسلمان نہ تھے۔ نماز روزہ، زکوٰۃ و حج کے پابند اور اسلامی شعاروں کی شمع روشن رکھنے والے اور جماعت تبلیغی کے عقیدت مند و شریکِ کار۔ اس لئے جو کھلے ہوئے محرمات شرعی ہیں۔ ناچ رنگ۔ آتشبازی وغیرہ ان کا تو خیر امکان ہی نہ تھا۔ باقی انہیں چھوڑ کر تقریب اپنے دھوم دھام، تزکِ اختشام کردہ نیز اسراف و صرفِ زر اور تکلفات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھی۔ راویوں کا بیان ہے کہ ۱۰ ہزار کی تعداد میں تو اہلِ برادری ہی مدعو تھے۔ اور دو ہزار کی تعداد میں باہر کے۔ بارہ ہزار کی سادہ مہمانداری ہی اس ہوش رُبا گرانی کے زمانے میں آسان نہیں۔ چہ جائیکہ جب سادگی کا نہیں، تکلفات کا اہتمام قدم قدم پر ہو۔ اور مہمانوں کی تعداد بھی باقاعدہ مدعوین تک محدود نہ ہو ! خدا معلوم کتنے ناخواندہ مہمان نازل ہو گئے۔ اور خوانِ نعمت پر ٹوٹ پڑے -! انتظامات رئیسانہ بلکہ شاہانہ پیمانے کے تھے۔ پھر بھی ناکافی نکلے۔ بکرے سیکڑوں کٹ چکے تھے - اب اور کٹے۔ پلاؤ کی دیگیں از سرِ نو چڑھیں۔ اور کباب و شیرمال کے دسترخوان نئے سِرے بچھے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق بجٹ بالآخر ۳۰ لاکھ کا بنانا پڑا ! ۳۰ لاکھ اللہ کی ایک امانت تھی - کتنے ادارے فلاحِ امت کے اس سے چل سکتے تھے انگریزی روزنامہ کے لئے ہائے ہائے ہر ایک کر رہا ہے۔ کم سے کم اس کی داغ بیل تو پڑ ہی سکتی تھی ؟

جہیز کی باربرداری کے لئے روایت ہے کہ شہر کے سارے باربردار ٹھیلے ناکافی پڑ گئے اور دوسرے شہروں سے بلوانا پڑے ـــ !

(صدق جدید لکھنؤ ۱۸ اپریل ۱۹۶۹ء)

رفتارِ وصولی چندہ وقفِ جدید

حسابات دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ چندہ وقفِ جدید کی وصولی کی رفتار بہت گر گئی ہے۔ اب تک کی وصولی تدریجی وصولی سے بہت کم ہے۔ جماعتوں کے سیکرٹریان مال اور صدر صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ وصولیٔ چندہ کے لئے اپنی جدوجہد تیز کریں اور احبابِ کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے وعدوں کے مطابق جلد از جلد ادائیگی کر کے ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

ابھی تک بعض دیہاتی اور شہری جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے سالِ رواں کے وعدہ جات کی فہرست دفتر ہذا میں نہیں پہنچی۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ اس کوتاہی کا ازالہ اس طرح کریں کہ فہرستوں کے ساتھ ہی وعدوں کی رقوم نقد ارسال فرمائیں اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

اعلان معافی

جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم اے عبد الرحیم صاحب آف کنانور کو نظامِ سلسلہ کی تعلیم اور مرکزی احکامات کی خلاف ورزی کی بنا پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۶۴ء میں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی تھی - اب انہوں نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں معافی کی درخواست کرتے ہوئے اپنی نازیبا حرکات پر ندامت کا اظہار کیا ہے اور آئندہ ایسی باتوں سے احتراز کرنے کا یقین دلایا ہے جس پر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت انہیں معافی عنایت فرما دی ہے

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے -

ناظر امور عامہ قادیان

ضروری اعلان

جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم محمود الحسن صاحب آف خانپور ملکی - ڈاک خانہ غازی پور ضلع مونگھیر صوبہ بہار کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم کے خلاف اپنی دو لڑکیوں کا رشتہ غیر احمدیوں میں کرنے اور بعض دوسرے شنیعہ افعال اور بد اخلاقیوں کی وجہ سے اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے - لہٰذا احباب جماعت مطلع رہیں اور امام وقت کی پابندی کو ضروری سمجھتے ہوئے مکرم محمود الحسن صاحب سے گفت و شنید اور دیگر معاملات کرنے سے بکلی احتراز برتیں

ناظر امور عامہ قادیان

نہر زبیدہ

آپ نے ہر حاجی کی زبان سے نہر زبیدہ کا نام سنا ہوگا۔ مکّہ والوں کے لئے یہ نہر بھی ایک عجیب و غریب نعمت ہے۔ عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے راستہ میں پہاڑ کے ساتھ ساتھ ایک نہر بہتی ہے جو اوپر سے پٹی ہوئی ہے اس کا نام نہر زبیدہ ہے۔

ہارون رشید، اسلامی تاریخ میں ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے ۱۷۰ھ سے ۱۹۳ھ تک حکومت کی۔ اس کی حکومت سے پہلے مکّہ میں پانی کا بڑا قحط تھا۔ ایک بار تو یہ حالت ہو گئی کہ پانی کا ایک مشکیزہ دس دس درہم میں ملنے لگا ہارون رشید کی بیوی زبیدہ بڑی نیک دل خاتون تھی۔ اسے جب حاجیوں اور مکّے کے رہنے والوں کی اس مصیبت کا علم ہوا تو وہ بڑی بے چین ہوئی اس نے طے کر لیا کہ مکّہ والوں کی اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اس سے جو کچھ بن پڑے گا کر کے رہے گی۔ اس نے ماہروں کی ایک جماعت کو بھیجا کہ جا کر مکّہ کے آس پاس چشموں کی تلاش کرے۔ اس تلاش کے نتیجے میں ماہرین نے رپورٹ دی کہ انہوں نے دو مقامات پر چشموں کو ابلتے دیکھا ہے۔ ایک چشمہ مکّہ معظمہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر طائف کے راستے میں اس وادی میں تھا جس کا نام حنین ہے اور جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ثقیف کے درمیان غزوۂ حنین نامی مشہور لڑائی ہوئی تھی۔ دوسرا چشمہ کرا کی پہاڑیوں کے دامن میں وادیٔ نعمان کے اندر تھا۔ یہ دونوں اگرچہ مکّہ معظمہ سے کچھ بہت زیادہ دور نہ تھے مگر پہاڑیوں کے سلسلے نے انہیں مکّہ کی وادی سے بالکل الگ کر رکھا تھا اور بظاہر ان کا پانی مکّہ تک پہنچانا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ زبیدہ نے جن ماہروں کو اس کام پر لگایا تھا وہ بھی کچھ زیادہ پُر امید نہیں تھے۔ لیکن اس باہمت عورت نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ان چشموں کا پانی عرفات تک لے جانے اور وہاں سے مکّہ معظمہ تک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے انجینیروں اور کارندوں کی ایک جماعت کو نہر کھودنے کے لئے حکم دے دیا۔ تین سال تک یہ لوگ پہاڑوں کو کاٹتے اور نہر بناتے رہے۔ لکھا ہے کہ زبیدہ نے اس نیک کام پر سترہ لاکھ اشرفیاں صرف کیں اور جب کارندوں نے کام پورا کر کے نہر کا حساب ملکہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس وقت دجلہ کے کنارے محل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نیک دل ملکہ نے حساب کے کاغذات کو لے کر دجلہ میں ڈال دیا اور کہنے لگی کہ ہم نے اس حساب کو یوم الحساب کے لئے چھوڑ دیا۔ اگر کسی کے پاس ہمارا کچھ رہ گیا ہو تو ہم نے اس کو معاف کیا۔ اور اگر کسی کا ہمارے اوپر کچھ نکلتا ہو تو وہ آئے اور لے جائے۔ پھر اس نے سب کارکنوں کو خلعت اور انعام دیا اور بڑی خوشی منائی۔

دونوں چشموں سے جو نہریں نکالی گئیں ان کا پانی عرفات میں آکر مل جاتا ہے۔ پہاڑوں کے اندر راستے میں جگہ جگہ حوض بھی بنائے گئے ہیں تاکہ بارش کا پانی بھی جمع ہو کر ان نہروں میں شامل ہوتا رہے عرفات کے میدان میں یہ نہر جبل عرفات کے ساتھ ساتھ بہتی ہے اور میدان کی شرقی شمالی اور مغربی سمتوں کا چکر کاٹتی ہوئی مازمین کے راستے سے گزرتی ہوئی مزدلفہ اور منیٰ پہنچتی ہے۔ زبیدہ کے زمانے میں یہ نہر جبل منیٰ کی پشت میں ایک مقام پر آکر ختم ہو گئی تھی جسے چاہِ زبیدہ کہا جاتا تھا۔ زبیدہ کی خواہش تو یہی تھی کہ نہر کو مکّہ معظمہ کے گھروں تک پہنچا دے مگر اس وقت یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ لیکن پھر بھی اس سے مکہ والوں کا مسئلہ بڑی حد تک حل ہو گیا کیونکہ چاہِ زبیدہ اور مکہ میں کوئی بہت زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ مختلف طریقوں سے پانی شہر میں آ جاتا تھا چاہِ زبیدہ تک اس نہر کی لمبائی ۳۳ ہزار میٹر ہے۔ نہر پر جگہ جگہ پانی کی تقسیم کیلئے حوض اور کنویں بنے ہوئے ہیں۔ ترکوں کی حکومت کے زمانے میں چاہِ زبیدہ پر ایک انجن لگا دیا گیا تھا اور لوہے کے پائپ کے ذریعہ منیٰ کی وادی میں پانی جگہ جگہ پہنچنے لگا تھا۔

زبیدہ کے بعد بھی ہر زمانے کے مسلمان بادشاہوں اور حاکموں نے اس نہر کی دیکھ بھال اور ترقی کے لئے بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔ بے شمار دولت خرچ کی ہے اور حیرت میں ڈالنے والی کوششیں صرف کی ہیں۔ ان سب میں زیادہ قابلِ ذکر کام ایک ترکی بادشاہ سلطان سلیم کی لڑکی فاطمہ خانم نے کیا ہے اس نسبت سے فاطمہ خانم کو زبیدہ دوم کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

۹۶۵ھ کے بعد مکّہ کے تمام چشمے اور کنوئیں برباد اور خشک ہو گئے۔ اور مکّہ کی حالت کچھ ویسی ہی ہو گئی جیسی نہر زبیدہ سے پہلے تھی۔ اب وقت صرف عرفات کے چشمے میں پانی جاری تھا۔ فاطمہ خانم نے اپنے باپ کی اجازت سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس

> جو پہاڑوں اور چٹانوں کو کاٹ کر اس وقت نکالی گئی جب کہ پہاڑوں اور چٹانوں کو کاٹنے کے جدید ذرائع دریافت نہیں ہوئے تھے

مصیبت کو دور کر دے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک بڑے معتمد کو پچاس ہزار اشرفی دے کر مکّہ روانہ کیا۔ ان کا نام ابراہیم بن تکرین تھا۔ ابراہیم نے مصر، شام، یمن اور حلب سے انجینیروں اور ماہروں کو جمع کیا۔ ان میں لوہار، معمار، سنگتراش، بڑھئی، سب شامل تھے۔ چار سو مزدور ان کے ساتھ کئے گئے اور انہیں نہر کی صفائی پر لگا دیا گیا۔ اس جماعت نے بڑی سخت محنت کر کے نہر کو صاف کیا۔ اور جگہ جگہ اس کی مرمت کی۔ فاطمہ نے حکم دیا کہ نہر کو چاہِ زبیدہ سے آگے بڑھا کر مکّہ کے گھروں تک پہنچا دیا جائے لیکن جب ماہروں نے اس کام کا ارادہ کیا تو تو انہیں معلوم ہوا کہ چاہِ زبیدہ کے آگے ایک بہت بڑی چٹان ہے جو نہر کے آگے بڑھنے میں سخت رکاوٹ ہے۔ چٹان کوئی دو ہزار فٹ لمبی تھی اور پچاس فٹ موٹی۔ اور چوڑائی کا تو کوئی اندازہ ہی نہ تھا یہ دیکھ کر ابراہیم نے ہمت ہار دی۔ مگر فاطمہ خانم اپنے فیصلہ پر اڑی رہی اور ہر قیمت پر چٹان کو کاٹ پھینکنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس زمانہ میں نہ ڈائنامائٹ تھا جس سے آناً فاناً بڑی بڑی چٹانوں کو اڑایا جا سکتا ہے اور نہ ابھی ایسے ہتھیار اور اوزار ایجاد ہوئے تھے جن سے آجکل کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ پتھر کاٹنے کے لئے لوگ اس پر بے تحاشا آگ جلاتے تھے اور جب پتھر کچھ نرم ہو جاتا تھا تو اسے تیز دھار آلوں سے کاٹتے تھے۔ دس سال تک یہ جماعت اس چٹان کو اسی طرح چھیلتی رہی۔ پانچ لاکھ اشرفیاں ختم ہو گئیں ایندھن کے اتنے زیادہ استعمال سے دور دور تک کے جنگلوں میں لکڑی نایاب ہو گئی۔ لیکن جب اللہ کے ان بندوں نے اپنے پورے عزم اور حوصلہ کا ثبوت دے دیا تو بالآخر ایک دن وہ بھی آیا کہ چٹان کی رکاوٹ دور ہو گئی اور ۹۷۹ھ میں نہر کا پانی مکّہ تک پہنچ گیا مکہ والوں کے لئے عید کی سی خوشی کا دن تھا امیروں نے خوب کھانے پکوائے۔ خوب دعوتیں ہوئیں۔ لوگوں نے دل کھول کر صدقہ اور خیرات کیا اور حکومت کی طرف سے انجینیروں اور مزدوروں کو بہترین خلعت اور انعامات دئے گئے۔ مکہ آج بھی اس نہر سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اس کے بعد بھی مسلمان فرمانرواؤں نے اس نہر کی تعمیر، اصلاح اور مرمت پر غیر معمولی توجہ دی۔ اور ہر ایک نے یہی سمجھا کہ اس کام میں حصہ لے کر اپنی آخرت کے لئے ایک توشہ جمع کر رہا ہے ۱۲۹۵ھ میں اس نہر میں پانی کی پھر کمی ہو گئی۔ چنانچہ اس زمانہ میں مصر اور ہندوستان کے اصحاب خیر نے ایک کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی کے ایک رکن مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی تھے۔ اس کمیٹی نے بہت بڑی رقم جمع کی اور ہندوستان سے ماہرین بلوائے۔ ان لوگوں نے عرفات سے مکّہ معظمہ تک تمام نہر کو درست کیا اور نہر کو پورے طور پر ڈھانپ دیا تاکہ باہر کی گرد اور مٹی اڑ اڑ کر نہر کو خراب نہ کر دے مکّہ کے راستہ میں اور مکہ کے اندر کئی حوض اور کنوئیں بھی بنائے جو اب تک موجود ہیں اس کمیٹی نے تین سال تک مسلسل کام کیا لیکن حکومت نے اس کی جمع کی ہوئی رقم میں سے روپے لے کر دوسرے کام کرنے شروع کر دئے جس کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ بہت بدظن ہوئے اور انہوں نے چندے دینے بند کر دئے۔ کمیٹی توڑ دی گئی اور بالآخر سعودی حکومت کے زمانہ میں سلطان عبدالعزیز مرحوم نے بڑی کوشش سے اس نہر کو پھر جاری کرایا۔ موجودہ سعودی حکومت نے اب آس پاس کے کچھ اور چشمے بھی اس نہر میں شامل کر دئے ہیں۔ جس کی وجہ سے اب مکّہ معظمہ میں پانی کی افراط کا یہ عالم ہے کہ چوراہوں پر فوارے چل رہے ہیں۔ سڑکوں پر دونوں طرف پودے لگائے جا رہے ہیں۔ کوٹھیوں کے اندر چمن لہلہا رہے ہیں۔ اور بعض اوقات تو زائد پانی سڑکوں پر بہنے لگتا ہے۔ عرفات کے میدان میں اب حاجیوں کے لئے پانی کی کوئی تکلیف نہیں۔ جگہ جگہ پانی کے نل موجود ہیں اور ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق پانی پاتا ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی ۷ مئی ۱۹۶۹ء)

دعائے مغفرت

میرے والد بزرگوار مکرم ضمیر الدین خاں صاحب جو کہ مخلص احمدی تھے مورخہ ۱۶ شہادت (اپریل) کو اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون بزرگان سلسلہ و احباب کرام مرحوم کی مغفرت کیلئے دعا کر کے ممنون فرمائیں

خاکسار شبیر الدین خاں نمبردار کد۔ اڑیسہ

درخواست دعا: میرا بی ایس سی ڈگری کا اور برادرم شریف عالم صاحب کا بی اے آنرز فائنل کا امتحان جولائی میں ہو رہا ہے۔ کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار شمس عالم بھاگلپوری

اڑیسہ کی احمدیہ جماعتوں کا تبلیغی و تربیتی دورہ

بقیہ صفحہ اوّل

انچارج مبلغ بنگال و اڑیسہ نے باوجود بیماری اور صحت کی خرابی کے "ہمارے عقاید اور غیر از جماعت مسلمان بھائیوں سے اپیل" کے عنوان پر ایک برجستہ پُر مغز اور مختصر تقریر کی۔ جس سے سامعین نے بہت اچھا اثر لیا۔ الحمد للہ۔ دُعا کے بعد جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

دُوسرا دِن

دُوسرے دِن صبح خاکسار اور مکرم مولوی سید علام الدین صاحب مجسٹریٹ کی دعوت پر حضرت صاحبزادہ صاحب اور محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل اور چیدہ چیدہ بزرگوں اور خدام کے ہمراہ ہمارے محلہ جات میں تشریف لائے۔ پہلے آپ نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگانِ کرام کی قبروں پر دُعا فرمائی۔ اور ہمارے گھروں پر قدم مبارک رکھا۔ اور ہم ناچیزوں کی دلی خواہش پر ناشتہ اور کھانا تناول فرمایا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بعض غیر احمدی معززین سے ملاقات کی۔ ٹھیک چار بجے دُوسرے محلہ جات مثلاً کوسمبی اور محی الدین پور کے احمدیوں کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اور ضروری نصائح فرما کر محلہ دیوان بازار تشریف لائے جہاں باقاعدہ جلسے کا انتظام تھا۔ نماز مغرب و عشاء جمع کرنے کے بعد جلسہ کی کارروائی حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیرِ صدارت شروع ہوئی۔ مکرم جناب مولوی سید بدر الدین صاحب انسپکٹر وقفِ جدید نے تلاوتِ قرآن مجید کی۔ اور مکرم مولوی سید مبشر الدین صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ نظم پڑھی۔

بعدہٗ مکرم جناب مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل نے صداقت حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک پُر مغز تقریر کی۔ جس میں غیر از جماعت دوستوں کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور جماعت کے عقاید پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ باوجود ہر قسم کی مخالفت کے جماعت کو ترقی مل رہی ہے۔ تقریر کے آخر میں معزز مقرر نے غیر احمدی بھائیوں سے درخواست کی کہ آپ لوگ بھی اس برگزیدہ کی جماعت میں شامل ہو کر خدمتِ دین میں لگ جائیں۔ آپ نے غیر احمدی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے علماءِ کرام کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں۔ کیونکہ وہ لوگ قریباً ۹۰ سال سے مسیح ناصری علیہ السلام کی آسمان سے آمد کی انتظار کر رہے ہیں۔ مگر جس طرح یہ لمبا زمانہ گذر گیا اور وہ نازل نہیں ہوئے۔ آئندہ کبھی بھی وہ نازل نہ ہوں گے۔ جس نے آنا تھا وہ آچکا۔ اب مزید انتظار فضول ہے۔ اس طرح محترم مولوی صاحب نے قرآن کریم اور احادیث سے ثابت کر دکھایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے ضرورت کے وقت بھیجا۔

محترم مولانا صاحب کی عالمانہ تقریر کے بعد حضرت صدر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور اکنافِ عالم میں احمدیت کی ترقی کے چیدہ چیدہ اہم واقعات بیان کئے جس سے احمدیوں کے ایمان تازہ ہوگئے اور غیر احمدی احباب اِس روحانیت سے پُر تقریر کو سُن کر بہت ہی متاثر ہوئے۔ تقریر کے آخر میں آپ نے بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح و مہدی اور اس کی جماعت کے بارے میں پیشگوئیاں کی تھیں یہ وہی مسیح اور مہدی ہیں۔ اور یہ وہی جماعت ہے جو کہ ساری دُنیا میں اسلامی تعلیمات پھیلانے اور توحید کو قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد خاکسار نے جماعت احمدیہ مونگھیر کی طرف سے آئے ہوئے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب صدر جلسہ نے دعا کروائی اور جلسہ برخاست ہوا۔

اس جلسہ میں جو کہ سالانہ جلسہ کا رنگ رکھتا تھا۔ خدا کے فضل سے اچھی خاصی تعداد میں مردوں کے علاوہ مختلف محلوں سے غیر احمدی خواتین بھی جلسہ میں شریک ہوئیں۔ ہمارے اِس جلسہ کی روداد بفضلہ تعالیٰ ۲۰ اپریل کی صبح کو ریڈیو کے ذریعہ بھی سنائی گئی۔

خاکسار مقامی پولیس افسران کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ انہوں نے ہم سے ہر طرح کا تعاون کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۲۰ شہادت کی صبح کو حضرت صاحبزادہ صاحب کا وفد مع مولوی سید عبد القدیر صاحب صدر جماعت احمدیہ کٹک اور مکرم مولوی عثمان نور صاحب انسپکٹر پولیس اور دیگر دوستوں کے ہمراہ کٹک اور کیرنگ کے لئے روانہ ہوگیا۔ خدا تعالیٰ سب کا ہر طرح حافظ و ناصر رہے آمین۔

خاکسار:
سید فضل عمر کٹکی عفی اللہ عنہٗ
مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

اعلانِ نکاح و درخواستِ دُعا

میرے بھائی عزیزم چوہدری امتیاز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ فائنل انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور ابن مکرم چوہدری سلطان علی صاحب آف گگھڑ منڈی کا نکاح مورخہ ۲۰ اپریل بروز اتوار مطابق ۲۰ شہادت ۱۳۴۵ ہش بعد نماز ظہر بر کوٹھی چوہدری شکر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ بہلول پور ضلع لائلپور مکرم چوہدری صلاح الدین احمد صاحب مشیرِ قانون و ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے ہمراہ عزیزہ ڈاکٹر عذرا منصور ایم۔بی۔بی۔ایس۔ ایچ۔ او۔ اے بسن ہسپتال لاہور بنت چوہدری شکر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ آف بہلول پور کے ساتھ مبلغ دس ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمتِ اقدس میں دُعا کی درخواست ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر دو خاندانوں اور سلسلۂ عالیہ کے لئے بابرکت کرے آمین۔

خاکسار
بیگم چوہدری رحمت اللہ صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ
ضلع بہاولپور بمقام احمد پور شرقیہ (مغربی پاکستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا ارشاد ہے

کہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن فنڈ کے وعدوں کی ادائیگی کی آخری میعاد ماہ جون مطابق احسان کو ختم ہو جائے گی۔ لہذا جن دوستوں نے تاحال اپنے وعدوں کی تکمیل نہیں کی وہ جلد از جلد توجہ کریں اور میعاد کی آخری تاریخ کا انتظار نہ کریں۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

کام کی باتیں ...... بقیہ صفحہ ۲

ایک رُوحانی مصلح کی آواز پر لبیک کہہ کر ایک ہاتھ پر جمع ہوئے۔ دِلوں میں زندہ اور فعّال ایمان روشن ہوا۔ جس نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی محبت دِلوں سے سرد کر دی۔ اُن کی نگاہوں سے ملّی ضرورتیں کبھی اوجھل نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے سبھی نام و نمود کے کاموں میں اپنی دولت برباد کرنے کی بجائے صدقِ دِلی سے خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ اور انہی کی مسلسل قربانیوں کے نتیجہ میں آج ساری دُنیا میں تبلیغِ اسلام کا نتیجہ خیز منصوبہ زیرِ عمل ہے۔ اور اسی کے تحت مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کے ساتھ ساتھ سیرتِ نبوی علیہ التحیۃ والسلام کی مدلّل کتب شائع کرنے کی مہم جاری ہے ——— !

الغرض یہ سب کام کی باتیں ہیں۔ کاش ہمارے دیگر مسلمان بھائی اس ٹھوس خدمتِ اسلامی کی اہمیت کو سمجھیں اور جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جاری کردہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے منصوبہ میں اپنا عملی حصہ ڈالیں تا دنیا کے ساتھ اُن کی آخرت بھی سنور جائے ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن۔

تعلیم القرآن اور خدام الاحمدیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ۴ ہجر شہادت ۱۳۴۸ ہش میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہر خادم قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور یہ خطبہ جمعہ ۱۷ شہادت ۱۳۴۸ ہش کے ہفت روزہ "بدر" قادیان میں بھی چھپ کر قارئین کے پاس پہونچ چکا ہوگا۔ اس کو قائدین جملہ خدام الاحمدیہ مقامی کو اپنے طور پر اجلاس بلا کر سنائیں۔ اور نگرانی کریں کہ خدام الاحمدیہ حضور ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق متعلقہ نظام سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں قائدین جلد از جلد اپنی مجلس کا مرکز میں جائزہ بھجوائیں۔ اسی طرح قائدین اپنی اپنی مجلس میں خاص طور پر تعلیم القرآن کے لئے ایک ناظم تعلیم مقرر کریں۔ اور دفتر مرکزیہ کو مطلع فرمائیں۔

امتحان کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور خدام الاحمدیہ

امسال نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان نے امتحان کتب سلسلہ کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کو بطور نصاب مقرر کیا ہے۔ یہ کتاب بہت بڑے علمی ذخیرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب باریک در باریک علمی معارف پر مشتمل ہے اس لئے امسال صرف پہلے سوال تک کا امتحان لیا جائے گا۔ جو کتاب کے ۱۱۹ صفحہ پر ختم ہوتا ہے۔ قائدین جملہ خدام کو اس میں شمولیت کی تحریک فرمائیں۔ تا وہ زیادہ سے زیادہ اس علمی معجزہ کے ذریعہ نیا ایمان اور نیا نور اپنے اندر پیدا کریں۔ یہ امتحان ۲۶ اخاء ۱۳۴۸ ہش مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز اتوار ہوگا۔

امید ہے کہ ہر دو امور کے متعلق قائدین اپنی مساعی سے دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں گے۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

چندہ تحریک جدید کی اہمیت

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"یاد رکھو! گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہے۔ مگر جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوگا کہ خلیفہ نے شمولیت کو اختیاری قرار دیا ہے۔ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پکڑا جائے گا......... ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئے گا۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔"

وکیل المال تحریک جدید قادیان

اخبار احمدیہ ــــــ بقیہ صفحہ اول

دارالامان واپس لائے۔ آمین۔

قادیان مورخہ ۱۱ ہجرت۔ تین درویش حاجی صاحبان الحاج حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحب (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام)۔ الحاج مولوی عبد القادر صاحب دہلوی الحاج مکرم افتخار احمد صاحب اشرف درویشان قادیان امسال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد براستہ بمبئی آج صبح سوا پانچ بجے کی گاڑی بخیریت واپس تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن اور محلہ احمدیہ میں احباب جماعت نے پر خلوص استقبال کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سعادت کو اُن کے لئے اور جماعت کے لئے باعث برکت بنائے آمین۔

درخواست دعا

۱۔ خاکسار کے لڑکے عزیز سید ظفر احمد نے اس سال M. Com کا امتحان دیا ہوا ہے اور عنقریب نتیجہ نکلنے والا ہے۔

۲۔ خاکسار کی لڑکی عزیزہ مبارکہ بیگم کے B.A. (Final) کا امتحان ۱۹ مئی سے شروع ہو رہا ہے۔ احباب و بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان سے دونوں بچوں کی نمایاں کامیابی کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار،

سید کریم بخش۔ کلکتہ

اعلان نکاح

عزیزہ امۃ الجمیل صاحبہ بنت ایم۔ ایس بشیر احمد صاحب آف ساتان کولم حال مدراس کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزم بشیر الدین صاحب ابن بدر الدین صاحب آف سیلون بعوض تین ہزار روپیہ حق مہر یہ آج مورخہ ۸ مئی ۱۹۶۹ء مکرم محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان نے مدراس میں فرمایا۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو فریقین کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

مکرم بشیر احمد صاحب نے اس نکاح کی خوشی میں مبلغ پانچ روپے اعانت "بدر" کے لئے دئیے ہیں فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار:
شریف احمد امینی
مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ زون مدراس

ہر قسم کے پرزے

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ہر قسم کے ٹرکوں اور گاڑیوں کے ہر قسم کے پرزہ جات کے لئے آپ ہماری خدمات حاصل کریں۔
کوالٹی اعلیٰ...... نرخ واجبی

آٹو ٹریڈرز ۱۶ منگو لین کلکتہ ۱

Auto Traders 16 Mangoe Lane Calcutta-1

تار کا پتہ "AUTOCENTRE" فون نمبرز 23 — 1652 / 23 — 5222

سپیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں!

مختلف اقسام، دفاع۔ پولیس۔ ریلوے۔ فائر سروسز۔ ہیوی انجینئرنگ۔ کیمیکل انڈسٹریز مائنز۔ ڈیریز۔ ویلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں۔!!

گلوب ربڑ انڈسٹریز

آفس و فیکٹری: ۱۰۔ اے ریھبو رام سرکار لین کلکتہ ۱۵ ٹیلیفون نمبر ۲۴-۳۲۷۲

تار کا پتہ: گلوب ایکسپورٹ

شو روم: ۳/۱۰ لوئر چیت پور روڈ کلکتہ ۱ ٹیلیفون نمبر ۳۴-۰۴۰۱